بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یَوۡمَ نَدۡعُوا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمۡ

(الاسراء : ۷۱)

جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے پیشوا (امام) سمیت بلائیں گے۔

ہم اہل حدیث کیوں ہیں؟
اور
کب سے ہیں؟

مرتب

عبدالواحد انور یوسفی الاثری

تقدیم

فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ

ناشر: مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، سونس، کھیڈ، رتنا گری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ [الاسراء:۷۱]۔
جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے پیشوا (امام) سمیت بلائیں گے۔

اہل حدیث ہیں ہم بھایا یہ نام ہم کو
سالار انبیاء ہیں کافی امام ہم کو

ہم اہل حدیث کیوں ہیں؟
اور
کب سے ہیں؟

تالیف

عبدالواحد انور یوسفی الاثری

تقدیم

فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ

ناشر

مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ

سونس کھیڈ، رتنا گری، مہاراشٹر

سلسلۂ اشاعت نمبر ۲۷

کتاب	:	ہم اہل حدیث کیوں ہیں؟ اور کب سے ہیں؟
مؤلف	:	عبدالواحد انور یوسفی الاثری
صفحات	:	136
ایڈیشن	:	اوّل
سن اشاعت	:	جون ۲۰۱۷ء
کمپوزنگ	:	مجاہد الاسلام سنابلی
تعداد	:	پانچ ہزار
قیمت	:	……
ناشر	:	مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ سونس کھیڈ، رتناگری، مہاراشٹر

……**ملنے کے پتے**……

۱۔ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینہ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع رتنا گیری ۴۱۵۷۰۹

۲۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵ چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، کرلا (ویسٹ) ممبئی

۳۔ شعبۂ دعوت وتبلیغ جماعت المسلمین مہسلہ، ضلع رائے گڈھ

۴۔ جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ، بھیونڈی، فون نمبر: 225071/226526

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرستِ عنوانات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

الحمد للہ ہم نے علم وبصیرت اور مطالعہ وتحقیق کر کے مسلک اہل حدیث کو گلے لگایا پیدائشی طور سے ہم شافعی کہلاتے تھے، مگر ہمارے رسم ورواج اور کارہائے زندگی میں کہیں بھی امام شافعی رحمہ اللہ کی کوئی چھاپ نہ تھی، نہ ان کی کوئی کتاب ہمیں دستیاب تھی مگر ہم خود کو شافعی ہی کہتے تھے، محرم کے خرافات، عرس کی بے حیائیاں اور فحاشیاں اور شرکیہ امور سب شوق سے انجام دے کر بھی اپنے آپ کو اہل سنت اور پکا سچا مسلمان سمجھتے تھے، بڑے ہوئے تو یہ سب باتیں کھٹکنے لگیں، اوران برائیوں کے خلاف ایک ہوک سی اٹھتی تھی اور تعجب اس پر بھی ہوتا تھا کہ بزرگ لوگ پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ لوگ ان رسومات میں شامل ہونے کے لئے ممبئی بلکہ گلف سے بھی بکثرت آیا کرتے تھے، اڑوس پڑوس کے گاؤں میں بلکہ پورے علاقے میں شرک وبدعت کی حکمرانی تھی اور علماء سوء ایسے رسومات کی قیادت بھی کرتے تھے۔

جب عمر میں کچھ پختگی آئی، اچھے برے کی تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی تو میں نے مشاہدہ کیا کہ ہم شافعی حضرات صرف آمین بالجہر، ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے، رفع یدین کرنے اور امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی حد تک شافعی ہیں ورنہ منہج وعقیدہ میں یا تو دیوبندی ہیں یا بریلوی ہیں جبکہ دونوں کے منہج اور عقیدہ میں تضاد ہے اور دونوں کا امام بھی ایک ہی ہے، دیوبندی اور بریلوی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اپنا امام مانتے ہیں مگر آپس میں ایک دوسرے کے مخالف اور متصادم ہیں ہم نے غور کیا کہ ہم تو شافعی المسلک ہیں ہمیں دیوبندی اور بریلوی عقیدہ ومنہج سے کیا لینا دینا؟ آخر امام شافعی رحمہ اللہ کا عقیدہ ومنہج کیا تھا، ہمیں کون

میں چھوٹی چھوٹی کتابیں دستیاب تھیں، جو کسی مستند عالم کے بجائے مُلاّ اور نیم مُلاّ قسم کے لوگوں کی تھیں اور ان کتابوں سے رہنمائی کا حصول ممکن نہیں تھا۔

ہم نے ممبئی میں کچھ علماء کرام سے رابطہ قائم کیا تو پتہ چلا کہ امام شافعی رحمہ اللہ حامی سنت اور قاطع بدعت تھے محرم کے رسوم ہوں یا آستانوں پر عرس و چڑھاوے اور ناچ گانے ہوں ان سے وہ دور دور رہتے تھے یہ ان کا مسلک نہیں ہے ایک دوسرے عالم سے پوچھا تو اس نے کہا جو چل رہا ہے سب ٹھیک ہے، اس سے بزرگوں کا تقرب حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالی بھی خوش ہوتا ہے، میں نے جب ایک عالم کے حوالے سے ان کی باتوں کی تردید کرنی چاہی تو انھوں نے جھٹ کہہ دیا وہ کوئی وہابی یا دیو بندی ہوگا۔

دیوبندی اور بریلوی کے چکر میں صحیح عقیدہ و منہج کا ملنا پیچیدہ اور دشوار ہوگیا، مگر میں نے ہمت نہیں ہاری، اندر کی خلش مجھے بے تاب کردیتی تھی میرا ضمیر جاگ چکا تھا، رفتہ رفتہ علماء کرام سے میل جول بڑھانے سے مسلمانوں میں فرقہ بندی کے وجوہات اور اس کی کہانی سمجھ میں آئی، اور اللہ تعالی نے مجھ پر حق واضح کردیا، گروہی عصبیت، فرقہ بندی اور شخصیت پرستی کے سحر سے میں باہر نکل آیا اور پھر مسلک سلف پر کاربند ہوگیا، بہت سارے دوست اعزاء واقارب ناراض ہوگئے مجھ سے سوالات کرنے لگے سب لوگ مجھے سمجھانے کی کوششیں کرنے لگے، الحمد للہ میں اپنے دوستوں کا جواب بھی دیتا اور الٹا انھیں سمجھانے کی کوشش کرتا اور ہمارے دوستوں کی اور ہماری کوشش بارآور ثابت ہوئی کہ رفتہ رفتہ میرے بہت سے احباب بھی شاہراہ تحقیق پر آگئے، اور علم وبصیرت کی بنیاد و مسائل پر عمل کرنے لگے عقیدہ و منہج کی اصلاح ہوئی اور باہمی تال میل سے مزید ہمت بندھی، جس پر میں اللہ تعالی کا مزید شکر گزار رہوں۔

۲۰۰۲ء کی بات ہے کہ میرے ایک ساتھی نے مجھے ایک کتاب لاکردی اور کہنے لگا تم کہتے تھے کہ شافعی مسلک میں اردو کی کوئی مستند کتاب نہیں ہے، یہ لوشری وردھن سے ایک

مستند کتاب آگئی ہے جس میں مسائل بھی ہیں عقیدہ ومنہج کی باتیں بھی ہیں یعنی امام شافعی رحمہ اللہ کے مسائل پر اردو میں یہ ایک انسائکلو پیڈیا ہے۔

میں نے کتاب ہاتھ میں لی، اسے جوں ہی کھولا تو صفحہ ۸۲ کھل گیا آخر میں لکھا ہوا ہے کہ "عقائد کا اکثر حصہ دستور حیات سید ابوالحسن علی الندوی اور بہشتی زیور سے ماخوذ ہے بعض دیگر کتب سے"۔

ہم نے نشاندہی کی کہ یہ شافعی کہاں یہ تو دیو بندی کتاب ہے آخر شافعیوں کا دیو بند اور بریلی سے کیا تعلق ہے وہ میرا ساتھی کافی شرمندہ ہوا اور اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ ہمارا پکا ساتھی بن گیا۔

جب اللہ تعالی نے مجھے مسلک سلف کی توفیق دی تو میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کی سیرت کا مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ وہ خود اہل حدیث تھے اور انھوں اپنے شاگردوں کو اہل حدیث بننے کی تعلیم دی ہے پھر میں نے اپنے ادارے سے ایک مختصر مگر جامع کتاب (امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک تمسک بالحدیث) شائع کر کے اپنے دوستوں اور عموماً اہل کوکن کو غور وفکر کرنے کی دعوت دی وہ کون تھے؟ اور ہم کیا ہیں؟ اور کہاں ہیں؟۔

جیسے جیسے مطالعہ بڑھتا گیا علماء کی صحبت سے فیض اٹھانے کا موقع ملا تو یہ بھی پتہ چلا کہ سارے ائمہ مجتھدین بشمول ائمہ اربعہ اہل حدیث تھے، ان کی وفات کے کافی عرصے کے بعد فقہاء اور سلاطین کے تال میل سے ان کے ناموں کا غلط استعمال کرتے ہوئے انھیں امام بنالیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت پس پردہ چلی گئی، مگر واقعہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امام ماننے والے اہل حدیث ہر دور میں رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ساتھ ساتھ ان کی امامت کا بھی ڈنکا بجاتے رہے۔

غلط افواہوں اور غلط فہمیوں کو جنم دینے والے ہمیشہ اہل حدیث کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جیسے مکہ کے باطل پرست افراد صحابہ کرام کے پیچھے پڑے رہتے تھے اور ان کو سکھ چین سے رہنے نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ نجاشی کے دربار میں انھیں ستانے اور واپس لانے کے لئے پہنچ گئے تھے، انگریز کے دور میں اہل حدیث کے خلاف افواہیں پھیلانے اور انھیں گرفتار

کروانے میں بھی متعصب مسلمان بھائی ہی پیش پیش تھے اور آج بھی موقع مل جائے تو انھیں چین سے رہنے نہیں دیں گے۔

ہمارے بہت سے مقلدین بھائی یہ افواہ پھیلا رہے ہیں کہ کہ اہل حدیث انگریز کے دور کی پیداوار ہیں اس سے پہلے اہل حدیث نہیں تھے، دور جانے کی ضرورت نہیں ہمارے کوکن ہی کے عالم دین عبدالمنعم نظیرؔ نے اپنی کئی کتابوں میں اس کا اعادہ کیا ہے کہ اہل حدیث انگریز کے دور کی پیداوار ہیں اور انگریز کے ایجنٹ ہیں لیکن دوسال پہلے ایک کتاب میں مولانا نے اس سے رجوع کرلیا ہے ہمیں تعجب ہے کہ کس طرح مولانا نے ایک سچی بات ہوش وحواس میں رہتے ہوئے لکھ ماری ملاحظہ فرمائیں:

’’اہل حدیث جو انگریزوں کی ہندوستان آمد سے پہلے ہندوستان میں موجود تھے جیسے عبدالخالق صاحب، مولانا غزنوی صاحب، مولانا عبدالواحد صاحب، مولانا ابراہیم سیالکوٹی صاحب، یہ حضرات متشدد نہیں تھے‘‘ (ایک مکتوب یوسف داروگے کے نام مطبوعہ صفحہ ۱۵)

تاریخ اہل حدیث پر بہت سی کتابیں موجود ہیں جو کافی ضخیم ہیں محققین اور دین حق کے شائقین اسے ضرور پڑھیں

۱۔ تاریخ اہل حدیث: مولانا ابراہیم سیالکوٹی، صفحات ۴۸۸

۲۔ تاریخ اہل حدیث: احمد بن محمد الدھلوی المدنی صفحات ۱۷۰

۳۔ تحریک اہل حدیث: مولانا قاضی محمد اسلم سیف صفحات ۶۷۲

۴۔ ہم اہل حدیث کیوں ہیں: مولانا عبدالغفور اثری صفحات ۱۱۲

۵۔ تاریخ اہل حدیث: محمد بہاؤالدین، سات جلدیں مطبوع ہیں اور سلسلہ جاری ہے ایک ایک جلد میں تقریبا سات سو صفحات ہیں

۶۔ برصغیر میں اہل حدیث کی آمد: مولانا محمد اسحٰق بھٹی صفحات ۳۴۸

۷۔ جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات: محمد مستقیم سلفی صفحات ۸۵۶

۸۔ جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات: عزیز الرحمن سلفی صفحات ۲۵۰

۹۔ برصغیر میں اہل حدیث کی سرگزشت: مولانا محمد اسحٰق بھٹی صفحات ۳۴۴

یہ اور اس طرح کی کتابیں بازار میں دستیاب ہیں جن سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اہل حدیث کون ہیں، کیوں ہیں، اور کب سے ہیں، اور ہمارے بہت سے سیدھے سادھے بھائی پوچھتے بھی رہتے ہیں۔

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کی ایک میٹنگ میں یہ بات آئی اور طے پایا کہ ۳۰/اپریل ۲۰۱۷ء کو انمول ہوٹل، بھرنا ناکہ کھیڈ میں "صدائے انصاف کانفرنس" کے موقع پر ایک فولڈر رپمفلٹ وغیرہ اس موضوع پر شائع کیا جائے تا کہ کوکن کے عوام وخواص کو اطمنان ہو سکے کہ ہم اہل حدیث کیوں ہیں؟ اور کب سے ہیں؟ مولانا عبدالواحد انور یوسفی الاثری سے فرمائش کی گئی کہ ایک مختصر کتابچہ لکھ دیں مگر کتاب کچھ ضخیم ہوگئی اسے شائع کرتے ہوئے ہم مسرت محسوس کر رہے ہیں ا؎ اور امید کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ افواہوں اور غلط فہمیوں کے بادل ضرور چھٹیں گے اور حق واضح ہو کر رہے گا۔ ہم ممنون ومشکور ہیں فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) اور فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ کے جنھوں نے اس کتاب پر نظر ثانی فرمائی تاثرات وتقدیم کے ذریعہ ہماری ہمت افزائی فرمائی اور اپنے گرانقدر مشوروں سے نوازا، اسی طرح ہم ان تمام احباب کے شکر گزار ہیں جنھوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی بھی طرح سے ہمارا تعاون کیا۔

ا؎ افسوس کہ کتاب صدائے انصاف کانفرنس کے موقع پر منظر عام پر نہ آسکی، اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔

خادم العلم والعلماء

ابو محمد مقصود علاء الدین سین

ناظم اعلی: مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ

سونس، کھیڈ رتنا گری

تاریخ ۵/جون ۲۰۱۷ء بروز پیر

تاثرات

از۔ عبدالسلام سلفی

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ النبی الکریم وعلی آلہ و صحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین وبعد.

اللہ تعالیٰ نے پوری امت کو اپنے رسول ﷺ کے عقیدہ وعمل، اخلاق وسلوک، معاملات ومعاشرت اور سنت وہدایت کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کی تلقین کی ہے کیونکہ آپ کا ہر قول وعمل حق اور وحی الٰہی کا مطلوب ومصداق ہے:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم:۳۔۴)۔

اور فرمان باری تعالیٰ:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْءَاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا﴾ (الاحزاب:۲۱)

میں اسی صداقت کا بیان ہے جس سے حدیث وسنت کو عین اسلام کی حیثیت حاصل ہوجاتی ہے۔ امت مرحومہ میں صحابہ کرام اس تلقین وہدایت ربانی کے اولین مخاطب تھے۔ پھر انھوں نے ایمان وعمل اور دینی ودنیوی زندگی کے ہر مسئلے میں جس حد تک سنت رسول اور اسوہ حسنہ سے رہنمائی حاصل کی اور بہرہ ور ہوئے، اسی طرح انھیں اپنی زندگیوں میں رچا بسا لیا یہاں تک کہ ہر مسئلے میں رسول کی پسند ان کی پسند رسول کے یہاں ناپسندیدہ ان کے یہاں ناپسندیدہ چیز بن گئی۔ ان کے رواں دواں عمل میں یہ انداز ایسا جاری وساری ہوا کہ عمل بالحدیث ان کا طریقہ ومسلک بن گیا اور رسول مکرم ﷺ کی اس حدیث ''ترکتکم علی المحجۃ البیضاء لیلھا کنھار ھا'' کی وہ عملی تفسیر بن گئے۔ اور

رب العالمین کے فرمان: یَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ سے مراد اولین گروہ اہل سنت قرار پائے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ صحابہ کرام اور سنت کی اتباع میں ان کی فدائیت یہ وہ سچائی ہے جس کو پوری امت نظریاتی طور پر تسلیم کرتی ہے۔ اللہ کرے سب اسی کو راہ عمل بھی بنالیں۔

امام زمانہ علامہ بربہاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور عالم کتاب شرح السنۃ میں اسی حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔

''اعلموا أن الإسلام هوالسنة والسنة هى الإسلام ولايقوم أحدهما إلابالآخر''

اس سچائی کا کون منکر ہوسکتا ہے کہ اسلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ''اسوہ حسنہ'' بن کر ڈھل گیا ہے۔ جسے حدیث وسنت کے نام سے امت کا ہر خاص وعام جانتا ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ ہر ایک کے لئے بہت واضح ہوجاتا ہے کہ جو اسلام والا ہے وہی حدیث وسنت والا ہے اور اہل فرق میں اہل حق اہل حدیث اہل سنت ہی ہوسکتے ہیں۔ اسی لئے ائمہ امت ومحدثین کرام میں صف اول کا طبقہ ''لاتزال طائفة من أمتى ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم حتى ياتى أمر الله'' سے اہل الحدیث مراد لیتا ہے۔

تاریخ ملت اسلامیہ سلف سے خلف تک اس شہادت وریکارڈ سے روشن ہے کہ یہ جماعت حقہ ہر دور میں موجود رہی اور نیابت نبوت کے فریضہ کے ساتھ علم وعمل کا پیکر بن کر دعوت حق اور مسلک سنت کی علمبردار رہی۔ اور حدیث مذکور میں طائفہ منصورہ کی مصداق رہی۔ موجودہ دور کے اہل حدیث اسی سلسلے کا امتداد ہیں۔

یہ کتاب دراصل ان فرقہ پرستوں کے جھوٹے پروپیگنڈوں کی حقیقت بتانے کے لئے شائع کی جارہی ہے کہ اہل حدیث دور جدید کا فرقہ جدیدہ ہے۔ جو تاریخ اسلام کے ہر دور میں ان کی موجودگی کے ناقابل تردید سچائی کے خلاف ایسا ہی میڈیائی طریقہ ہے جیسا کہ

اسلام کی حقانیت کے خلاف دشمنان اسلام کی ھرزہ سرائیاں ہیں۔

ایک مسلمان، مومن، موحد اور متبع سنت کے لئے یہ بات کافی ہوگی کہ نبی کا طریقہ ہی دین ہے اور آپ کا طریقہ ہی حدیث وسنت ہے پھر اس راہ پر چلنے والے نئے گروہ میں کیسے شامل کئے جا سکتے ہیں۔

اس کے برخلاف یہ بات کسی کی عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی ہے کہ مسلک حدیث ورسول تو نیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض امتیوں کا مسلک اس سے قدیم ہو اور مسلک رسول پر چلنے والا گمراہ ہو اور کسی امتی کے مسلک کا پیروکار ہدایت پر ہو۔ وہ بھی تاریخ کی اس سچائی کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ ائمہ کرام کے نام کے تقلیدی مذاہب کا رواج چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ۔

کعبہ کس منہ سے جاؤگے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بزرگوار جماعت خطہ کوکن میں سلفیت کے سپاہی حضرت مولانا عبدالواحد انور یوسفی الاثری حفظہ اللہ نے یہ کتاب اس طرح تیار کی ہے کہ آپ نے تاریخ امت کے ہر دور کا تسلسل کے ساتھ نظارہ کرایا ہے اور قطعی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اہلحدیث ہر دور میں حدیث پاک کی پیشن گوئی کے مطابق موجود رہے اور علم وعمل سے دلیل وحجت قائم کرتے رہے۔ اور فرق باطلہ کی لاکھ کوششوں کے باوجود انھیں مٹایا نہیں جا سکا کیونکہ وہ تو من جانب اللہ حجت حق اور نمونہ سلف ٹھہرائے گئے ہیں پھر انہیں کیسے ختم کیا جا سکتا ہے۔

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نشہ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے

الحمدللہ یہ تحریر ایسی ہے کہ ہر خاص وعام استفادہ کر سکے گا۔ اور اللہ تعالیٰ متلاشیان حق کو کبھی محروم نہیں رکھتا۔ يهدى اليه من ينيب۔

میں پوری جماعت کی طرف سے مؤلف کتاب کی کوشش کا خیر مقدم کرتا ہوں جسے انھوں نے نصوص اور تاریخ کے حوالوں کے ساتھ مضبوط بنیادوں پر حوالہ قرطاس کیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اسے مفید بنانے کے ساتھ قبولیت عام عطا فرمائے مؤلف کتاب کے ساتھ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ سونس کھیڈ کی کوششوں اور اس کتاب کی اشاعت میں تعاون کرنے والوں کی دین ودنیا میں برکت دے۔

وصلى الله على نبينا محمد وبارك وسلم.

عبدالسلام سلفی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

۱۳ رمئی ۲۰۱۷ء

تقدیم

از: ظفر الحسن مدنی

الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد:

جماعت اہلحدیث کی دعوت ابتداء سے انتہاء تک خالص اسلام اور صراط مستقیم کی دعوت ہے، جو عملا سلف صالحین کے منہج پر قائم ہے، خالص اسلام اور طریقہ سلف کے علاوہ اس میں نہ کوئی کمی ہے نہ زیادتی، یہ جماعت اپنے مسلک، عقیدہ اور منہج کے اعتبار سے بالکل وہی جماعت ہے جو عہد نبوت اور عہد صحابہ وتابعین میں تھی، اس جماعت کی یہی خصوصیت ہے کہ وہ ابتدائے نبوت محمد ﷺ سے اب تک اپنے حقیقی اور اپنی اصلی شکل وصورت میں موجود اور باقی ہے، اسی جماعت کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

(لا تزالُ طائفةٌ من أمّتي ظاهرينَ علَى الحقِ.لا يضرُّهم مَن خذلَهُم. حتَّى يأتيَ أمرُ اللَّهِ وَهُم كذلِكَ)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ یہ پیشن گوئی اور خوشخبری دی ہے کہ ہر دور، ہر زمانہ اور ہر جا، ہر مکان میں قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے اور قال اللہ وقال الرسول کی دعوت دینے اور اس کی صدا لگانے والے اور اس کی نشر واشاعت کرنے والے ہمیشہ سرگرم رہیں گے، اس راہ میں اپنی جان ومال کی قربانی دیتے رہیں گے، مخالفوں کی مخالفت ان کو ضرر نہ پہنچا سکے گی، اور نہ تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں ختم کر سکے گی، اور وہ یہی جماعت اہلحدیث ہے۔

جب ہندوستان (برصغیر) میں اسلام آیا اور ساحلی علاقوں میں مسلمان آباد ہوئے، تو اسی خالص اسلام کی دعوت دیتے رہے اور اسی پر قولا وعملا عمل کرتے رہے، خالص کتاب وسنت پر قائم رہے، جیسے کہ معلوم ہے کہ برصغیر میں اسلام تین راستوں سے آیا ہے:

1۔ جنوبی ہند کی بندرگاہوں اور ساحل مالابار کے راستے سے۔

2۔ بلوچستان، سجستان، مکران اور سندھ کے راستے سے۔

3۔ درہ خیبر سے۔

محمود غزنوی کو چھوڑ کر غوری، لودہی، تغلقی، سوری، سادات، غلامان اور مغل چاہے وہ افغانی النسل ہو یا ترکی النسل سب پکے حنفی المذہب تھے، اس لیے ان کے آنے کے بعد کتاب وسنت کا چشمۂ صافی باقی نہ رہا، اور اس میں طرح طرح کی بدعات ورسومات کی ملاوٹ ہوگئی، پھر یہ لوگ اپنے ساتھ علماء کو بھی لائے جنہوں نے اپنے حنفی اثرات سے پورے ماحول کو حنفی المذہب بنادیا۔

مگر بلوچستان اور سندھ اسی طرح جنوبی ہند کی بندرگاہوں کے راستے جو اسلام آیا وہ اکثر عرب تجار اور دعاۃ ومبلغین کے ذریعہ آیا، اس لیے وہاں کے لوگ براہ راست کتاب وسنت پر ایک عرصہ دراز تک قائم رہے۔

حکیم مولانا سید عبدالحی (1341ھ) اپنی مشہور کتاب الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند میں لکھتے ہیں کہ:۔

'جب سندھ میں عربوں کی حکومت ختم ہوگئی اور ان کے بجائے غزنوی اور غوری سلاطین سندھ پر قابض ہوئے اور خراسان ماوراء النہر سے سندھ میں علماء آئے، تب علم حدیث اس علاقہ میں کم ہوتا گیا یہاں تک کہ معدوم ہوگیا، اور لوگوں میں شعر وشاعری، فن نجوم، فن ریاضی، اور علوم دینیہ میں فقہ واصول فقہ کا رواج زیادہ ہوگیا، یہ صورت حال عرصہ تک قائم

رہی، یہاں تک کہ علمائے ہند کا خاص مشغلہ یونانی فلسفہ رہ گیا اور علم تفسیر وحدیث سے غفلت بڑھ گئی......برکت کے طور پر مشکوۃ شریف پڑھا دیا کرتے تھے، جسے لوگ محدث سمجھتے تھے......ان کے لیے سب سے بڑا سرمایہ علم فقہ کی تحصیل تھا اور وہ بھی تقلید کے طور پر نہ کہ تحقیق کے طور پر، اس لیے نصوص ومحکمات متروک ہوگئیں، مسائل فقہیہ کی صحت کو کتاب وسنت سے جانچنا اور فقہی اجتہادات کو احادیث نبویہ سے تطبیق دینے کا طریقہ متروک ہوگیا۔

مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:۔

'فلسفہ تاریخ اسلام کا یہ نکتہ ہے کہ جن ملکوں میں اسلام عربوں کے ذریعہ سے پہونچا، وہاں حدیث کا علم بھی اسلام کے ساتھ پھیلا اور پھلا پھولا کہ اس کو عربوں کے مزاج، ان کی قوت حفظ، ان کی عملیت حقیقت پسندی، اور ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری وابستگی سے خاص مناسبت تھی، وہ جہاں گئے اپنے ساتھ علم حدیث بھی لیتے گئے، اوران کی قیادت کے دور، اور اثر ونفوذ کے حلقہ میں اس کے ساتھ پورا اعتنا کیا گیا، اوراس کے درس اور اس کے مختلف پہلوؤں پر تصنیف وتالیف کا سلسلہ پوری سرگرمی سے جاری رہا، یمن، حضرموت، مصروشام، عراق، شمالی افریقیہ اور اندلس (اسپین) جیسے ملکوں کا یہی حال ہے، خود ہندوستان میں صوبہ گجرات اس کی ایک مثال ہے، جس نے شیخ علی متقی برہان پوری (صاحب کنز العمال) (م975ھ) اور شیخ محمد طاہر پٹنی (صاحب مجمع بحار الانوار) (م986ھ) جیسے بلند پایہ محدث پیدا کیے، اس کی وجہ وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی کہ گجرات کا تعلق حجاز مقدس سے دوسرے صوبوں کے مقابلہ میں زیادہ رہا، اور وہاں علمائے عرب کی آمد ورفت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

لیکن جن ملکوں میں اہل عجم کے ذریعہ اسلام پہونچا وہاں کا یہ حال نہیں، ہندوستان میں

ترکی النسل یا افغانی النسل خاندانوں نے حکومتیں قائم کیں، اوران مشائخ اورداعیان اسلام کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ اور اشاعت ہوئی جن میں بیشتر عجمی نژاد اور ایران وترکستان کے باشندے تھے، پھر جب ہندوستان میں درس وتدریس، مدارس کے قیام اور نصاب کی ترتیب کا زمانہ آیا، تو اس پر عجمی فضلاء اور''دانشمندان ایران'' کا پورا اثر پڑ چکا تھا، ایران میں صفوی حکومت کے قیام اور شیعیت کے سرکاری مذہب ہوجانے کے بعد سے (جودسویں صدی ہجری کے ابتداہی کا واقعہ ہے) ایران کا (جس نے ایوان حدیث کے اہم ستون پیدا کئے تھے) حدیث سے رشتہ ٹوٹ چکا تھا، اس لئے اس کے ذریعہ سے ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت اوراس کی اہمیت وعظمت قائم ہونے کا کوئی امکان نہ تھا، اس کے برعکس جس قدر اس کا اثر ہندوستان کے علمی حلقوں پر گہرا ہوتا جاتا تھا، حدیث سے بے اعتنائی بڑھتی جاتی تھی، بارہویں صدی ہجری میں شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کا ظہور ہوا، اس کا نقطہ ارتقا تھا''

برصغیر میں دوبارہ حدیث اور علوم حدیث اور جماعت اہلحدیث کی نشأۃ ثانیہ:

ہندوستان میں مروجہ نصاب تعلیم اور ماحول کے مطابق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (1114۔1176ھ) کا بھی ابتداء میں حدیث اور علوم حدیث سے تعلق برائے نام تھا، مگر جب سن (1143ھ) میں حج بیت اللہ کیلئے گئے تو علمائے حجاز مکہ ومدینہ سے حدیث اور علوم حدیث حاصل کیا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ کی کتب سے استفادہ کیا۔

شاہ صاحب نے حرمین شریفین میں جن مشائخ سے علم حدیث حاصل کیا اور جن سے خوب مستفید ہوئے ان میں دو بڑے اہم تھے، اور دونوں اہلحدیث اور منہج سلف پر عامل اور اس کے داعی تھے، جن میں ایک تو علامہ محمد حیات سندہی (1162ھ) تھے جو بڑے پکے اہلحدیث اور مسلک سلف کے داعی تھے۔

دوسرے علامہ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی تھے، یہ بھی اہلحدیث اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اقوال وافعال کی تائید کرتے تھے۔

علامہ سید نعمان طبر الدین آلوسی بغدادی اپنی کتاب جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین میں لکھتے ہیں:۔

'وکان سلفی العقیدۃ ذابًا عن شیخ ال ٖاسلام ابن تیمیۃ' علامہ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی سلفی عقیدہ رکھتے تھے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی طرف سے دفاع کرتے تھے۔

شاہ صاحب کے اندر غالبا جو انقلاب آیا، وہ انھیں دونوں اہلحدیث مشائخ کی صحبت وتعلیم کی وجہ سے تھا، شاہ صاحب جب سفر حج سے ہندوستان واپس آنے لگے تو استاذ نے یہ اشعار پڑھا:

نسیت کل طریق کنت أعرفها   إلا طریقا یؤدیني لربعکم

شاہ صاحب نے بھی اپنے استاذ کو جواب دیا کہ میں نے بھی جو کچھ پڑھا تھا سب کچھ بھلا دیا ہے سوائے علم حدیث کے، سفر حج سے واپس آنے کے بعد شاہ صاحب ساری زندگی حدیث کی تشریح وتفہیم، درس وتدریس اور اس کی نشر واشاعت میں مصروف رہے، ان کے بعد ان کی اولاد واحفاد بھی کتاب وسنت کی تعلیم وتدریس اور نشر واشاعت کا بے مثال کارنامہ انجام دیتے رہے۔

مؤرخ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی مرید مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:۔

'ہندوستان پر اللہ تعالی کی بڑی رحمت ہوئی کہ عین تنزلی اور سقوط کے آغاز میں شاہ ولی اللہ صاحب کے وجود نے مسلمانوں کی اصلاح ودعوت کا ایک نیا نظام مرتب کر دیا تھا، اور وہ 'رجوع الی دین السلف الصالح' ہے، اس دعوت نے ہندوستان میں فروغ حاصل کیا، گو سیاسی حیثیت سے وہ ناکام رہا، تاہم نظری ومذہبی وعلمی حیثیت سے اس کی جڑیں مضبوط

بنیادوں پر قائم رہیں جن کو ہندوستان کا سیاسی انقلاب بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا سکا۔۔۔۔اس تحریک کا اولین اصول یہ تھا کہ اسلام کو بدعات سے پاک کر کے علم وعمل میں سلف صالحین کی راہ پر چلنے کی دعوت مسلمانوں کو دی جائے اور مسائل فقہیہ میں فقہائے محدثین کے طریقہ کو اختیار کیا جائے، اسی زمانہ میں یمن اور نجد میں اس تحریک کی تجدید کا خیال پیدا ہوا، جس کو ساتویں صدی کے آخر اور آٹھویں صدی کے شروع میں علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم نے مصر وشام میں شروع کیا تھا، اور جس کا مقصد یہ تھا کہ ائمہ مجتہدین کی منجمد تقلید اور بے دلیل پیروی سے آزاد کر کے عقائد واعمال میں اصل کتاب وسنت کی اتباع کی دعوت دی جائے، مولانا اسماعیل شہید کے عہد میں یہ تحریک ہندوستان تک پہونچی اور خالص ولی اللہی تحریک کے ساتھ ضم ہوگئی، اسی کا نام ہندوستان میں اہلحدیث ہے۔

الفضل ما شهدت به الأعداء

مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں کہ:'جب مولانا محمد اسماعیل شہید نے حجۃ اللہ امام عبدالعزیز سے پڑھی تو اپنے جد امجد کے طریقہ پر عمل شروع کردیا، انھوں نے اپنی ایک خاص جماعت تیار کی، جو حجۃ اللہ پر عمل کرے، یہ لوگ شافعیہ کی طرح رفع یدین اور آمین بالجہر کرتے تھے جیسا کہ سنن میں مروی ہے، اس سے دہلی کے عوام میں شورش پھیلتی رہی، مگر حزب ولی اللہ کا کوئی عالم مولانا اسماعیل شہید اور ان کی جماعت پر معترض نہ ہوسکتا تھا۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: 'مولانا شہید (مولانا شاہ اسماعیل شہید) نے حجۃ اللہ پڑھنے کے بعد اس پر عمل کرنے والی ایک جماعت بنائی تھی، یہ لوگ رفع یدین اور آمین بالجہر کیا کرتے تھے'

مولانا ابوالکلام آزاد

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔'دعوت واصلاح امت کے جو بھید

پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں (شاہ ولی اللہ نے) دفن کردیئے تھے اب سلطان وقت واسکندر عزم (شاہ اسماعیل شہید) کی بدولت شاہجہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا، اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گذر کرنہیں معلوم کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے، جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی وہ اب سر بازار کی جارہی اور ہورہی تھیں، اور خون شہادت کے چھیٹے حرف وحکایات کونقوش وسواد بنا کر صفحہ علم پر پیش کررہے تھے

آخر لائیں گے کوئی آفت فضاں سے ہم حجت تمام کرتے ہیں آج آسمان سے ہم

شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن القیم، شاہ ولی اللہ اور شاہ اسماعیل وغیرہم اور ان کے شاگردوں نے جو دعوت واصلاح اور رجوع الی دین السلف الصالح، عقیدہ توحید اور خالص اتباع کتاب وسنت کی اصلاح کی تحریک شروع کی تھی، بعد میں جن کے وارث شیخ الکل میاں نذیر حسین، نواب صدیق حسن خان، صادقپور کے صادقین اور جماعت اہلحدیث بنی، سلف کے منہج کے مطابق اپنا فریضہ انجام دے رہی تھی، اس جماعت کے متعلق جتنے اعتراضات وافتراءات اور غلط فہمیاں ابتداء میں پیدا ہوئی تھی علمائے اہلحدیث کی تصانیف ومقالات اور خطابات کے ذریعہ ختم ہوچکی تھیں، نفرتیں کافی حد تک مٹ چکی تھیں، ماحول بڑا ساز گار ہوگیا تھا، آپس کے تعلقات اچھے تھے، مگر ہندوستان کی دیوبندی تحفظ سنت کانفرنس (2001ء) کے ذریعہ پھر جماعت اہلحدیث پر بہتان تراشی، جھوٹے اتہامات والزامات کے ذریعہ لوگوں کو بدظن کرنے کی کوشش شروع ہوئی، علمائے اہلحدیث کو بدنام کرنا اور ان سے لوگوں کو دور کرنے کے لیے جائز وناجائز ہرقسم کے حربے استعمال کیے جارہے ہیں، وہی بے بنیاد اعتراضات والزامات عوام کے سامنے پیش کیے جارہے ہیں جن کے جوابات پہلے دیے جاچکے ہیں، اور ان کا غلط اور بے بنیاد ہونا ثابت ہوچکا ہے، مگر پھر بھی اسی کی رٹ

لگائے ہوئے ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

(أَتَوَاصَوْا بِهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ) الذاریات: 53

(بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ) المؤمنون: 81

دور حاضر میں جب لوگوں نے جماعت اہلحدیث اور علمائے اہلحدیث پر وہی بے بنیاد اور گھسے پٹے اعتراضات (جن کے جوابات برابر دیے جاتے ہیں) کرنے لگے اور جماعت اہلحدیث کو بدنام کرنے کی کوشش کرنے لگے تو علمائے اہلحدیث اپنا فریضہ سمجھ کر اپنے قلم وزبان سے ان کا جواب دینے اور ان اعتراضات کا پردہ فاش کرنے کے لیے میدان میں اتر گئے، اور لوگوں کے سامنے ساری حقیقت کھول کر رکھ دی، جن میں بالخصوص ہمارے استاذ محترم علامہ رئیس الاحرار ندوی رحمہ اللہ ہیں، جنہوں نے متعدد کتابیں لکھ کر تشفی بخش جوابات دیے۔

اسی سلسلہ میں ہمارے محترم مولانا عبدالواحد انور یوسفی الاثری حفظہ اللہ نے متعدد رسائل لکھے اور مفصل جواب کیلئے ایک کتاب بنام 'ہم اہلحدیث کیوں ہیں؟ اور کب سے ہیں؟' لکھی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔

مولانا موصوف جماعت اہلحدیث کے مشہور عالم، داعی اور مبلغ ہیں، خطہ کوکن میں اللہ تعالی کی توفیق سے انہیں کی کوششوں سے جماعت اہلحدیث نے کافی ترقی کی ہے، آج تقریبا پورے علاقہ میں دعوت اہلحدیث عام ہو چکی ہے، ہر علاقہ میں جماعت کی مساجد و مراکز قائم ہو چکے ہیں، دعوتی و تعلیمی سرگرمیاں عام ہو چکی ہیں، اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی محترم مولانا کی خدمات کو قبول فرمائے، انہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ان سے مزید منہج سلف کی خدمت لیتا رہے۔

ضلعی جمعیت اہلحدیث رائے گڈھ اور ضلعی جمعیت اہلحدیث رتناگری کے زیر اہتمام

مدرسہ محمدیہ، مہسلہ، رائے گڈھ میں منعقدہ سمر کیمپ میں بروز جمعہ اور سنیچر 19۔20/ 5/ 2017 میں شرکت کے موقعہ پر عزیزم ابو محمد مقصود علاء الدین سین صاحب نے مجھے ایک رسالہ بنام 'ہم اہلحدیث کیوں ہیں؟اور کب سے ہیں؟' دیا اور اس پر ایک نگاہ ڈالنے اور اپنے کچھ تاثرات لکھنے کی اپیل کی، کیونکہ مہسلہ کے بعد مئو ناتھ بھنجن اور بنارس کے اجلاس عام منعقدہ 21۔22/ 5/ 2017 میں بھی شرکت کرنی تھی، اس لیے سفر ہی میں اس رسالہ کا کچھ حصہ پڑھا اور پھر متحدہ عرب امارات واپس آنے کے بعد بھی اس پر نگاہ ڈالی۔

بحمد اللہ رسالہ اپنے موضوع پر کافی اور وافی، شامل اور کامل ہے، تاریخی شواہد سے ہر زمانہ اور ہر صدی میں جماعت اہلحدیث 'فرقہ ناجیہ' کے وجود کا اثبات بھی ہے، ہر بات دلائل سے مدلل اور براہین سے مبرہن ہے، معترضین کے اعتراضات کے جوابات بھی بہت ہی معقول اور دنداں شکن ہیں۔

اس رسالہ کے مؤلف محترم اور عزیزم ابو محمد مقصود علاء الدین ۔جو نہایت ہی نشیط اہلحدیث اور دعوتی سرگرمیوں میں ہر وقت رواں دواں رہتے ہیں۔ کے اصرار پر میں نے یہ چند سطور لکھیں ہیں، ہم اپنے تمام جماعتی احباب خصوصا نوجوانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ اس رسالہ کا خود بغور مطالعہ کریں اور دوسروں تک بھی پہنچائیں تاکہ ان کے اذہان بھی اہلحدیث جماعت کے متعلق صاف ہوں۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين

ظفر الحسن مدنی

مقیم حال متحدہ عرب امارات

9/ رمضان المبارک/ 1438ھ

4/ جون/ 2017ء

پیش لفظ

الحمد لله رب العلمين،والصلاة والسلام على اشرف الانبياء والمر سلين وعلى آله وصحبه اجمعين،ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين۔ امابعد

قال الله عزوجل:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (آل عمران:۱۰۵)

تاریخ شاہد ہے کہ پچھلی قومیں فرقہ بندی کی وجہ سے کمزور ہوئیں، اور صفحہ ہستی سے نیست ونابود ہوگئیں، دین کی آخری اور جامع ترین شکل میں محمد عربی ﷺ پر اسلام کا نزول ہوا، جس کا مصدر ومنبع قرآن وحدیث قرار پایا، جس میں فرقہ بندی کی مذمت بیان کی گئی، اور مسلمانوں کو اس سے دور رہنے کی تلقین کی گئی۔

الحمدللہ مسلمانانِ عالم کافی عرصہ تک فرقہ بندی سے دور رہے اور قرآن وحدیث کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے، آسمانی شریعت میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں آئی، اور مسلمان ہر طرف عزت ووقار کی زندگی گزارتے رہے، اور اسلامی مواخات کا مظاہرہ کرتے رہے، مگر بتدریج امت کی اکثریت شعوری یا غیر شعوری طور سے فرقہ پرستی کے دلدل میں جا پہنچی، جہاں سے واپسی کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین، ائمہ مجتہدین بشمول ائمہ اربعہ شاہراہ کتاب وسنت پر بے دھڑک علم وبصیرت کی روشنی میں چلتے رہے، سب کا مسلک ایک تھا، سب کے رسول اور امام ایک تھے، کعبہ وقبلہ ایک تھا، وحدت امت کا نظارہ قابل رشک تھا، سب قرآن

وحدیث کے شیدائی وفدائی تھے،سب کے سب اہل الحدیث اوراہل السنہ تھے مسائل میں اختلافات کے باوجودان میں گروہ بندی اورفرقہ بندی بالکل نہیں تھی۔

چوتھی صدی میں تقلید نے جب اپنے پروبازو پھیلائے تومسلمان اس کے دام تزویر میں آگئے ،فرقے وجود میں آنے لگے اور فرقوں کے دباؤ میں آکر ایک قاضی کے بجائے چار قاضی بنادیۓ گئے مگر اختلاف بڑھتارہا یہاں تک کہ نویں صدی کے آغاز میں خانہ کعبہ میں چارمصلے بچھادیۓ گئے،اس سے تقلید مضبوط سے مضبوط تر ہوگئی،مسلمان باہم دست وگریباں ہوگئے،ایک دوسرے کے پیچھے نماز باطل قرار پائی،شادی بیاہ پر بھی پابندی لگ گئی،اوراس فرقہ پرستی کا ناچ خانہ کعبہ میں پانچ سوسالوں تک ہوتارہا،حنفی،مالکی،شافعی،حنبلی کے ناموں سے جوفرقے وجود میں آئے انھیں بادشاہوں کی سرپرستی بھی ملی،ایسی صورت میں ہرفرقہ اپنے سوادوسرے فرقے کوپسند نہیں کرتاتھا،باہم جنگ وجدل اورمناظرے ہواکرتے تھے اورحرم پرانھیں کا قبضہ تھا جواپنے کرتوتوں سے اسلام کورسواکررہے تھے۔

اہل حق بہت کم تھے وہ مزاحمت نہ کرسکتے تھے مگر اپنی حقانیت پر قائم رہے نبی ﷺ نے انھیں کے بارے میں فرمایا تھا

’’لا تَزالُ طائفةٌ مِن أُمَّتي ظاهرِينَ على الحقِّ لا يَضُرُّهم من خالَفَهُم حتى ياتي امر الله وهم كذلك(مسلم ١٩٢٠)

میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہتے ہوئے (دلائل وبراہین کے ساتھ) غالب رہے گا جوان کی مخالفت کرے گا وہ انھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے اوروہ بدستوراسی حالت میں ہوں گے۔

امام ابن المبارک،امام احمد بن حنبل،امام علی بن مدینی امام بخاری رحمہم اللہ وغیرہم کہتے ہیں کہ اس گروہ سے مراد:اصحاب الحدیث ہیں بلکہ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں

"ان لم يكونوا اهل الحديث فلا ادري مَن هُم "

اگراس سے مراد اہل حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ کون لوگ ہیں۔

پانچ سوسالوں تک حرم پاک میں مختلف فرقوں کے مصلوں کے قیام کی وجہ سے فرقہ پرستی کوراستی نصیب ہوئی ،اسے عروج حاصل ہوا،اور طائفہ منصورہ اپنے مسلسل وجود کے باوجود گمنامی کے اندھیرے میں دھندلاسی گئی اسے مٹانے کے لئے کافی کوششیں بھی کی گئیں مگر اللہ کے فضل وکرم سے وہ ہر دور میں اپنا فریضہ انجام دیتی چلی آرہی ہے۔

ہندوستان میں بھی ۱۵ھ سے اہل حدیث موجود رہے ہیں اور چوتھی صدی میں تو سندھ وغیرہ میں اہل حدیث کی اکثریت تھی ،مگر بتدریج یہاں بھی فرقے غالب آگئے اور وہ اس طرح چھا گئے کہ اہل حدیث اپنی بقا کے لئے محض اللہ تعالی سے لولگائے بیٹھے رہے ،پھر انگریزوں کا دور آیا تو انھوں نے بھی اہل حدیثوں کو باغی اور مجرم گردانا ان پر مقدمات قائم کئے گئے اور مسلم فرقوں نے مخبری کر کے اہل حدیثوں پر عرصہ حیات تنگ کردی ان کے لئے مساجد میں داخلہ ممنوع قرار پایا،اور انھیں لامذہب خارجی وغیرہ قرار دے دیا گیا اور طرح طرح سے ان کے خلاف افواہوں کو جنم دیا گیا یہ سب کچھ کیا گیا مگر طائفہ منصورہ (اہل حدیث)باقی رہا۔

اور جب انگریز چلا گیا تو اہل حدیثوں کو انگریز کا ایجنٹ قرار دیا گیا انھیں نوزائیدہ کہا گیا ملکہ وکٹوریہ کی اولاد قرار دیا گیا اور یہ سب کار خیر وہ کررہے تھے جو خود فرقہ پرستی کے دلدل میں دھنس کر اسلام کو خیر آباد کہہ چکے تھے۔

الحمدللہ اہل حدیث آغاز اسلام سے ہیں ،صحابہ کرام اہل حدیث تھے ،تابعین اور تبع تابعین اہل حدیث تھے محدثین اور ائمہ مجتہدین بشمول ائمہ اربعہ اہل حدیث تھے اور ہر مسلمان پہلے اہل حدیث ہوتا ہے پھر اہل السنہ ہوتا ہے ہر دور میں اہل حدیث رہے ہیں آج

بھی ہیں کل بھی رہیں گے کیونکہ ان کے متعلق نبی ﷺ کا مذکورہ فرمان موجود ہے۔

ہم جملہ مسلمانانِ عالم کو فرقوں کو توڑ کر امت واحدہ میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ فرقہ بندی نے نبی ﷺ کی رسالت اور امامت کی اہمیت کو پامال کر دیا ہے اور مسلمان باہم دست وگریباں ہیں ہم قرآن وحدیث پر متحد ہونے اور فرقہ پرستی کو گلے سے اتار پھینکنے کی دعوت دیتے ہیں۔

یہ کتابچہ تاریخ اسلام کے سنہرے اور زریں دور کی ایک جھلک پیش کرتا ہے امت واحدہ امت منتشرہ کیسے بن گئی اس حقیقت کو بے نقاب کرتا ہے۔

نبی ﷺ کی امامت کبری پر کس طرح بتدریج حملہ کیا گیا اس کی منظر کشی کرتا ہے۔

پانچ سو سالوں تک خانہ کعبہ میں فرقہ پرستی کیسے پنپتی رہی اور اسلام کی جگ ہنسائی ہوتی رہی اس سے پردہ اٹھاتا ہے۔

مذہبی فرقہ پرستی آج بھی اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اتفاق سے وہی مذہبی ٹھیکدار بنے ہوئے ہیں، امت واحدہ کو چھوڑ کر فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں

کاش مسلمانان عالم!! اس کتاب کا سنجیدگی اور گہرائی سے مطالعہ کرلیں ان شاء اللہ ان پر حق ضرور واضح ہوگا۔

خیر اندیش اور طالب اصلاح

عبدالواحد انور یوسفی الاثری

مدیر مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ سونس

حدیث کیا ہے؟

''حدیث'' عربی کا ایک چار حرفی لفظ ہے۔ جو ''حدث'' سے ماخوذ ہے اور اردو زبان میں بھی بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کے مختلف معانی ہیں جو جملے کے بیان اور سیاق کے اعتبار سے ہی سمجھے جا سکتے ہیں، بات، قول، کلام، کلمہ، نئی بات، نظریہ، خیال، صورت، بھولی بسری بات۔ کہانی، واقعہ، پرانی بات وغیرہ کے لئے مستعمل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں لفظ حدیث کو کئی جگہوں پر استعمال کیا ہے اور اس کے مفہوم بھی جدا گانہ ہیں۔

ہم یہاں لفظ ''حدیث'' کے ان تین مواقع کا ذکر کرتے ہیں جہاں ہر ایک کی اپنی الگ الگ نوعیت ہے۔

ا۔ عام بات چیت، طرز کلام، اور گفتگو کو حدیث کہا گیا ہے۔

* ﴿ فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ﴾ (النساء ۱۴۰)

تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں۔

* ﴿ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ﴾ (الانعام ۶۸)

تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔

* ﴿ فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ﴾ (الاحزاب ۵۳)

جب کھا چکو نکل کھڑے ہو وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو۔

۲۔ کلام الٰہی، قرآن کریم کو حدیث اور احسن الحدیث کہا گیا ہے۔

* ﴿ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا

مَّثَانِيَ ﴾ (الزمر ٢٣)

اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے۔

* ﴿ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴾ (الطور ٣٤)

اچھا اگر یہ سچے ہیں تو بھلا اس جیسی ایک (ہی) بات یہ (بھی) تو لے آئیں۔

* ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ﴾ (الکھف ٦)

پس اگر یہ لوگ اس بات (قرآن کریم) پر ایمان نہ لائیں کیا تو آپ ان کے پیچھے اس رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔

٣۔ نبی ﷺ کی بات چیت اور گفتگو کو حدیث کہا گیا ہے۔

* ﴿ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ﴾ (التحریم ٣)

اور یاد کرو جب نبی نے اپنی بعض عورتوں سے ایک بات کی ہے۔

قرآن کی ان مذکورہ آیتوں یعنی کلام سے خود کلام اللہ کا حدیث اور احسن الحدیث ہونا ثابت ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی بات اور گفتگو کو بھی حدیث کہا گیا ہے۔

یعنی قرآن کریم کلام اللہ کا ایک نام حدیث بھی ہے۔

اسی طرح رسول ﷺ کی بات اور گفتگو کو بھی حدیث نام دیا گیا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات و فرمودات ہیں جن پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو وہاں بھی حدیث اور احسن الحدیث اظہر من الشمس ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے

"فَإِنَّ اصدق الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ" فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ

بلاشبہ سب سے بہترین حدیث اللہ کی کتاب ہے۔(مسلم ۲۰۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’نضّر الله امرأ سَمع منّا حَدِيثاً فَحِفَظه حتى يُبلِّغه غيره‘‘ترمذی (۲۶۵۶)

اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اس کو یاد رکھا یہاں تک کہ اسے دوسروں تک پہنچادیا۔

دوسری جگہ فرمایا:

’’مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبَيْنِ ‘‘ترمذی ۲۶۶۲)

جوکوئی میرے نام سے کوئی حدیث بیان کرے اور وہ جانتا ہے کہ جھوٹ ہے بس وہ دو جھوٹوں میں ایک جھوٹا شخص ہے۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کلام اللہ کو خیر الحدیث اور فرمان رسول کو حدیث کا نام دیا گیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ لفظ حدیث کی جامعیت کے پیش نظر اس کے بہت سے معانی ہیں لیکن ہم دو اہم معانی و مطلب کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

(الف) حدیث،احسن الحدیث،خیر الحدیث،اصدق الحدیث سے مراد:اللہ رب العالمین کا کلام یعنی قرآن کریم ہے۔

(ب) حدیث کا اطلاق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال،تقریرات،صفات ،عادات،خصائل،الہامات و پیغامات پر ہوتا ہے ان دونوں کی شہادتیں قرآن کریم اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بکثرت موجود ہیں۔

اہل حدیث کی وجہ تسمیہ

آپ حدیث کے متعلق جانکاری حاصل کر چکے کہ قرآن کریم اور فرمان رسول ﷺ میں حدیث اور احسن الحدیث وغیرہ ،قرآن کریم اور فرمان رسول دونوں کو کہا گیا ہے۔'' کمامر''

اب دیکھتے ہیں کہ اہل حدیث کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

اہل حدیث دولفظوں سے مل کر بنا ہے۔ پہلا لفظ'' اہل'' اور دوسرا لفظ'' حدیث'' ہے اہل یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ''صاحب'' ''مالک'' اور'' والا'' کے ہوتا ہے۔اور حدیث کے لفظی معنی بات اور کلام کے ہیں مگر مرادی معنی: کلام اللہ اور کلام رسول ﷺ۔

چونکہ قرآن کریم کو حدیث کہا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال تقریرات وغیرہ کے مجموعے کا نام بھی حدیث ہے،اس لئے اہل حدیث کا مطلب ہوا'' کلام اللہ (حدیث) اور کلام رسول اللہ (حدیث) کے ماننے والے۔

پتہ چلا کہ لفظ حدیث قرآن وسنت دونوں پر محیط ہے اور اسی سے ایک اصطلاح بنی'' اہل الحدیث'' کی جس کا مطلب ہوا کہ قرآن وسنت پر چلنے والے۔ چونکہ حدیث کو سنت بھی کہتے ہیں اسی لئے اہل حدیث ہی اہل السنۃ بھی کہلاتے ہیں۔ کیونکہ حدیث وسنت دونوں مترادف ہیں مگر حدیث مقدم ہے جو حدیث کا منکر ہے وہ سنت کا منکر ہے جو اہل حدیث نہیں وہ اہل السنۃ بھی نہیں ہوسکتا۔

ہمارے بعض مقلد شرارتی یا ناسمجھ بھائی اہل حدیث کا موازنہ اہل قرآن سے کرتے ہیں جبکہ اہل قرآن حدیث کی حجیت کے قائل ہی نہیں اس لئے ان کا شمار گمراہ فرقوں میں ہوتا ہے ان سے ہمارا موازنہ کرنا محض نادانی اور ناسمجھی ہے کیونکہ اہل الحدیث تو قرآن وسنت دونوں

پر عمل کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی دعوت بھی دیتے ہیں۔

الحمدللہ ہم اہل الحدیث ہیں اور اسلام خالص پر عمل پیرا ہیں قرآن وسنت یعنی سلف صالحین کے منہج پر قائم ہیں ،صراط مستقیم کے راہی اور ''ماانا علیه واصحابی'' کی مکمل تصویر ہیں۔ ؎

صاف ستھرے ہیں ہمارے دو اصول
ایک قال اللہ اِک قال الرسول

اہل حدیث اصول کی پیروی کرتے ہیں ایک فارسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفی برجاں مسلم داشتن

آغاز اسلام ہی سے جملہ مسلمان اسی اصول پر کاربند تھے کہ ان کی تمام تر توجہ قال اللہ اور قال الرسول پر ہی مرتکز تھی۔اور آج بھی ان کا یہی اصول ہے صراط مستقیم چھوڑ کر کبھی وہ کسی پگڈنڈی پر نہیں گئے۔امتداد زمانہ کے سبب مسلمانوں میں انحراف آیا،شخصیت پرستی آئی امت فرقوں میں بٹ گئی، پھر بھی ہم اہل حدیث اپنی روش سے ایک انچ بھی ادھر اُدھر نہیں ہوئے ،ہمارا نام بھی وہی رہا،طریقہ کار بھی وہی رہا،ہم نے کوئی تبدیلی نہیں قبول کی،جس پر تاریخ کی مہر ثبت ہے،ہاں ہمارے بدخواہوں نے ہمیں غیر مناسب ناموں سے مشتہر کیا کبھی حشویہ،کبھی مشبہ،اور کبھی ناصبہ کہا ہے آج کل کے مقلدین ہمیں غیر مقلد لا مذھب کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں مگر ہمارے اصولوں میں کوئی تبدیلی نہ آئی نہ ہم اس سے بددل ہوئے۔آج بھی ہم حدیث اور خبر کی موجودگی میں قیاس جلی وخفی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے،جیسے قرن اول میں تھا بلکہ ادوار ثلاثہ میں بھی تھا۔ہمارا تشخص ہماری پہچان ہر دور میں قال اللہ اور قال الرسول کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔

اہل الحدیث آغاز اسلام ہی سے قرآن وسنت کی بالادستی تسلیم کرتے چلے آئے ہیں، کسی بھی مسئلہ میں قرآن وحدیث سے کوئی نص مل جائے تو فوراً سر تسلیم خم کر دیتے ہیں، ادھر اُدھر نہیں بھاگتے نہ ان کی بے جا تاویل کرتے ہیں امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی المتوفی ۵۴۸ھ رقمطراز ہیں:

'أهل الحديث ،وهم اهل الحجاز،هم أصحاب مالك بن أنس، وأصحاب محمد بن إدريس الشافعي، وأصحاب سفيان الثوري، وأصحاب أحمد بن حنبل، وأصحاب داود بن علي الأصفهاني،وانما سمو اصحاب الحديث لان عنايتهم بتحصيل الاحاديث ونقل الاخبار وبناء الاحكام على النصوص ولا يرجعون إلى القياس الجلى والخفى ما وجدوا خبراً أو أثراً"(الملل والنحل ج۱،۲۰۶)

اصحاب الحدیث (اہل الحدیث) تو اہل حجاز ہیں وہ یہ ہیں امام مالک بن انس، امام محمد بن ادریس شافعی، امام سفیان ثوری، امام احمد بن حنبل، امام داؤد بن علی بن محمد اصفہانی اور ان کے اصحاب وغیرہم رحمہم اللہ علیہم۔

ان کا نام اہل حدیث اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان کی تمام تر توجہ احادیث واخبار پر ہے اور یہ احکام شریعت کی بنیاد انھیں نصوص پر رکھتے ہیں اور حدیث وخبر کی موجودگی میں قیاس جلی وخفی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

اولین دور اسلام میں بھی اہل حدیث اسی روش پر قائم تھے اور پورے تسلسل کے ساتھ ہر دور میں رہے، اور وہ اپنے طرہ امتیاز یعنی قرآن وحدیث کی بالادستی سے متعارف رہے، اور آج بھی الحمد للہ اسی اصول ومنہج پر قائم ہیں کہ وہ حدیث کی موجودگی میں کسی کے کلام اور فتوے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور یہی اہل حدیث کا طرۂ امتیاز ہے۔

اساس دین ہیں دونوں حدیث ہیں دونوں

اللہ رب العلمین کی نازل کردہ کتاب ہدایت قرآن کریم بنی نوع انسان کے لئے دستور حیات ہے، جس میں زندگی گزارنے کے تمام گوشوں کی رہنمائی کی گئی ہے خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ﴿ تِبۡيَٰنٗا لِّكُلِّ شَيۡءٖ ﴾ کہا ہے تاہم پیغمبر آخرالزمان محمد ﷺ کو حکم دیا ہے ﴿ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيۡهِمۡ ﴾ قرآن کی تبیین وتوضیح تعلیم وتفسیر نبی ﷺ کی ذمہ داری ہے۔

دین اسلام کے یہ دو اساس ہیں اور حدیث کا انطباق دونوں پر یکساں طور سے ہوتا ہے اور دونوں لازم وملزوم ہیں ان میں سے اگر کسی ایک کو آدمی چھوڑ دے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

''فلياتوا بحديث مثله'' کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اپنی حدیث کے بالمقابل حدیث پیش کرنے کا مطالبہ پوری دنیائے انس وجن سے کیا مگر چودہ سو سال سے بھی زیادہ گزر گیا آج تک کوئی بھی اللہ کی حدیث جیسی حدیث پیش نہ کر سکا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بات کو بھی حدیث کہا

﴿ وَإِذۡ أَسَرَّ ٱلنَّبِيُّ إِلَىٰ بَعۡضِ أَزۡوَٰجِهِۦ حَدِيثٗا ﴾ (التحریم ۳)

اور یہی دونوں یعنی اللہ کی حدیث (قرآن) اور نبی ﷺ کی حدیث (تعلیمات رسول) پر دین اسلام قائم ہے، جو نبی ﷺ کی زندگی میں مکمل ہو چکا ہے، ان دونوں کو مضبوطی سے تھامنے سمجھنے، برتنے، اور مکمل اتباع کرنے کا حکم بھی ان دونوں کے اندر موجود ہے۔

اللہ کی حدیث (قرآن کریم) سے چند شہادتیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱: ﴿ ٱتَّبِعُواْ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُمۡ وَلَا تَتَّبِعُواْ مِن دُونِهِۦٓ أَوۡلِيَآءَ

قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ (الاعراف ۳)

تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمھارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ تعالی کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔

۲: ﴿وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم﴾ (الزمر ۵۵)

اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمھاری طرف تمھارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

۳: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾﴾ (الانعام ۱۵۳)

اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی۔

۴: ﴿وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٥٥﴾﴾ (الانعام ۱۵۵)

اور یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا بڑی خیر و برکت والی، سو اس کا اتباع کرو اور ڈرو تا کہ تم پر رحمت ہو۔

۵: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ الحشر ۷)

اور تمھیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ۔

۶: ﴿وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (النساء ۱۱۳)

اللہ تعالی نے تجھ پر کتاب و حکمت اتاری ہے۔

۷: ﴿فَـَٔامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِيِّ ٱلْأُمِّيِّ ٱلَّذِى يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَـٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴾ ﴿۱۵۸﴾
(الاعراف ۱۵۸)

سو اللہ تعالی پر ایمان لاؤ، اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالی پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ۔

اللہ تعالی کی حدیث یعنی قرآن کریم سے میں نے سات شہادتیں پیش کی ہیں، جن سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ دین اسلام کی اساس دو چیزوں پر رکھی گئی ہے اور دونوں کا التزام ضروری ہے، ان میں سے کسی ایک سے دستبردار ہو جانا انسان کو گمراہی کے عمیق گڑھے میں گرا دیتا ہے جہاں سے اس کا نکلنا مشکل اور ناممکن ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث (تعلیمات) سے چند شہادتیں حاضر خدمت ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ دین اسلام کی اساس دو چیزوں پر رکھی گئی ہے۔

۱۔" تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا : كِتَابَ اللَّهِ ، وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "" موطاالامام مالک باب النهى عن القول فى القدر۔ ح ۱۶۰۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میں تمھارے پاس دو ایسی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔

۲۔يا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللَّهِ ، وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ"(مستدرک للحاکم ج۱ ص۹۳،سنن کبری للبیہقی ج۔ ۱ ص۱۱۴)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) یعنی اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ تم اگر اس پر مضبوطی سے قائم رہو گے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے وہ چیز اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔

۳۔''إني قد تركتُ فيكم شيئَين لن تَضِلُّوا بعدهما ، كتاب الله وسنتي '' (رواہ الحاکم صحیح جامع الصغیر، الجزء الثالث رقم الحدیث ۲۹۳۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) میں تمھارے درمیان دو ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر ان پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے ایک اللہ کی کتاب دوسری میری سنت۔

۴۔''أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ ''(ابوداود ۴۶۰۴)

خبردار! مجھے کتاب (قرآن) بھی دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کے مانند اور بھی عطا کیا گیا ہے اور اس ''مِثْلَهُ مَعَهُ'' کا نام حکمت، سنت اور حدیث ہے جسے وحی خفی اور وحی غیر متلو سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

۵۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں جو کچھ سنتا تھا لکھ لیا کرتا تھا تا کہ اسے حفظ کرلوں، تو (بعض) قریشیوں نے مجھے منع کیا، انھوں نے کہا: تو ہر بات جو سنتا ہے لکھ لیا کرتا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ ایک انسان ہیں غصے اور خوشی (دونوں حالتوں) میں گفتگو کرتے ہیں تو میں نے لکھنا موقوف کر دیا اور یہ بات رسول اللہ ﷺ سے عرض کی تو آپ ﷺ نے اپنے دہن مبارک کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

''اكْتُبْ ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، مَا يَخرَجُ مِنْهُ إِلَّاالحق''

لکھا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس سے سوائے حق

کے اور کچھ نکلتا ہی نہیں ہے(ابوداؤد ۴۶۰۴)

کتاب وسنت دونوں دین اسلام کی اساس ہیں اور دونوں کو حدیث کہا گیا ہے اور دونوں میں یہ بات یکساں طور سے موجود ہے کہ دونوں وحی الٰہی ہیں، قرآن کریم وحی جلی اور متلو ہے اور تعلیمات رسول یعنی حدیث وحی خفی اور وحی غیر متلو ہیں۔

اساس دین ہیں دونوں حدیث ہیں دونوں
یہی وجہ ہے کہ اہل حدیث ہیں ہم لوگ

ہماری دعوت اتباع کتاب وسنت

الحمدللہ ہم اہل الحدیث ہیں اور ابتدا سے ہماری دعوت اتباع کتاب وسنت کی رہی ہے جس پر وہ آیتیں اور حدیثیں دال ہیں جو ابھی ابھی گزری ہیں، اس کے علاوہ بھی آپ قرآن کریم کی ورق گردانی کیجئے تو پتہ چلے گا کہ مستقل اطاعت اور مستقل ماخذ ومصدر صرف اور صرف دو ہی ہیں اگر کہیں کوئی تیسری چیز نظر آتی ہے تو وہ عارضی ہے مشروط ہے مستقل نہیں۔

* ﴿أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ﴾ (النساء ۵۹)
* ﴿أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ﴾ (المائدۃ ۹۲)
* ﴿أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ﴾ (نور ۵۴)
* ﴿أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ﴾ (محمد ۳۳)
* ﴿أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ﴾ (التغابن ۱۲)
* ﴿أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ﴾ (آل عمران ۳۲)
* ﴿أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ﴾ (الانفال ۱)
* ﴿أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ﴾ (الانفال ۲۰)

* ﴿أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ﴾ (الانفال ۴۶)
* ﴿أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ﴾ (المجادلہ ۱۳)

مندرجہ بالا آیتوں میں اللہ تعالی کی اطاعت اور رسول ﷺ کی اطاعت پر زور دیا گیا ہے اور یہی دونوں اصل الاصول ہیں مصدر و منبع ہیں کامل و اکمل ہیں، اس میں کسی طرح کی تشنگی ڈھونڈنے والے گمراہ اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں اگر قرآن وحدیث میں علماء ،امراء، سربراہ جماعت، والدین وغیرہ کی بات ماننے اور ان کی اطاعت گزاری کا ذکر ہے تو وہ مشروط ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا﴾ (النساء ۵۹)

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالی کی اور فرمانبرداری کرو رسول ﷺ کی اور تم سے اختیار والوں (امراء حکام، علماء فقہاء) کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ کی طرف اور رسول کی طرف۔ اگر تمھیں اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

یہ آیت جسے ہمارے مقلد بھائی تقلید کی حمایت میں پیش کرتے ہیں یہ تو تقلید کی جڑ کاٹ دیتی ہے، مگر کچھ شاطر قسم کے مولوی اس آیت کو پڑھتے ہیں ترجمہ کرتے ہیں سمجھاتے ہیں تو وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡ پر آیت کو ختم کر دیتے ہیں اور اسے تقلید کے ثبوت کی دلیل ٹھہراتے ہیں، مگر فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ سے آگے کا حصہ نہیں پڑھتے ،اگر ایمانداری کے ساتھ پوری آیت پڑھ لیں اور پھر غور وفکر کریں تو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ اللہ تعالی اور رسول کی اطاعت مستقل اور واجب ہے اور تیسری اطاعت عارضی اور مشروط ہے، جب آپس میں تنازعات

پیدا ہوں تو ان کو ختم کرنے کا فارمولہ اس آیت میں بتایا گیا کہ اُس متنازع مسئلے کو قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو، اور جو قرآن وحدیث سے مدلل ہو، اسے مان لو اور جو خلاف شرع ہو اسے چھوڑ دو، لیکن اس قرآنی اصول سے انحراف کرتے ہوئے جب تیسری شخصیت کی اطاعت کو بھی واجب قرار دیا جانے لگا تو اس کے بطن سے تقلید شخصی نے جنم لیا، اور امت متحدہ امت منتشرہ بن گئی، تقلید نے وحدت امت کو پارہ پارہ کر دیا۔

سورۃ لقمان میں اللہ تعالی نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے ان کے احسانات گنائے ہیں ان کا شکر گزار بن کر رہنے کا حکم دیا ہے، مگر اس کا ایک دائرہ ہے اسی دائرے میں رہ کر اولاد کو والدین کا حکم ماننا ہے لیکن اگر والدین اولاد کو اس دائرہ سے نکالنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالی والدین کی حکم برداری سے منع فرمادیتا ہے۔ قرآن کہتا ہے ﴿وَإِن جَٰهَدَاكَ عَلَىٰٓ أَن تُشْرِكَ بِى مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ (لقمان ۱۵)
اگر وہ دونوں (والدین) تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو اس کا کہنا نہ ماننا۔

اس سلسلے میں احادیث رسول ﷺ سے بھی رہنمائی ملتی ہے: ”لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ“ (مسلم ۱۸۴۰) ”لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق“ (مشکوۃ ۳۶۹۶) ”إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ“ صحیح بخاری کتاب الاحکام باب نمبر ۴)۔ یعنی کسی اور کی اطاعت معصیت میں نہیں ہے، اطاعت صرف معروف میں ہے، یعنی علماء، فقہاء، اکابرین، والدین وغیرہ وغیرہ کی فرمانبرداری صرف اس وقت تک کی جائے گی جب تک کہ وہ عوام کو صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات بتلائیں لیکن اگر وہ اس سے انحراف کریں تو عوام کو ان کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ انحراف کی صورت میں

جانتے، بوجھتے، بغیر دلیل کے ان کی اطاعت کرنا سخت معصیت اور گناہ ہے۔

صدر اول کے واقعات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ کم علم اور بے علم اہل علم سے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پوچھا کرتے تھے اور اتباع کتاب وسنت کے جذبے سے اس قدر شرسار تھے کہ اس کے خلاف کسی کی بات سننے کو تیار ہی نہیں ہوتے تھے مثال میں

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا واقعہ دیکھئے:

ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنھما کے قول کی بنیاد پر کچھ لوگوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے تمتع کے مقابلے میں حج افراد کے افضل ہونے کی دلیل دی تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر نازل ہوں میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اور تم کہتے ہو ابوبکر وعمر نے یہ بات کہی ہے (مسند احمد ۱/ ۳۳۷) (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/ ۲۳۹)۔

ہوتے ہوئے مصطفی کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول وکردار

صحابہ کرام اہل حدیث تھے

آپ پڑھ چکے ہیں کہ قرآن کریم کو خود اللہ رب العلمین نے حدیث کہا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال تقریرات، صفات وغیرہ کو بھی حدیث کہتے ہیں صحابہ کرام کے سامنے قرآن کا نزول ہوا، نبی ﷺ کے اقوال وافعال تقریرات کے اولین مشاہد صحابہ کرام ہی تھے۔ اس طرح صحابہ کرام نے حدیث کو لیا، پڑھا، سمجھا، اس پر عمل کیا اور اسے اپنے قول وعمل سے آگے بڑھایا، اسی طرح قرآن کریم کو سنا، یاد کیا، لکھا، اسے محفوظ کیا اور عملی

طور سے اپنی زندگی میں اتارا اور اسے دوسروں تک بلا کم وکاست پہنچایا، اس طرح دونوں قسم کی حدیثوں کا تعلق براہ راست صحابہ کرام سے جڑا ہوا ہے، تمام صحابہ کرام قرآن وسنت پر چلنے والے یعنی اہل الحدیث تھے۔

حیات مبارکہ میں صحابہ کرام کی تمام تر توجہ نبی اکرم ﷺ کی طرف ہوا کرتی تھی آپ کی مجالس میں صحابہ کرام زیادہ سے زیادہ وقت صرف کرتے تھے آپ کی ایک ایک ادا کی نقالی کرتے تھے آپ کی حدیثیں سنتے ،اپنے گھر آکر اسے سناتے ،اور دوسروں تک بھی پہنچایا کرتے تھے دیگر عام صحابہ کرام جو کسی وجہ سے آپ کی محفلوں اور مجلسوں میں زیادہ شرکت نہیں کر پاتے تھے وہ لوگ بھی اپنے اعزاء واحباب سے تعلیمات رسول کو حتی المقدور جاننے کی کوشش کرتے تھے، اس طرح صحابہ کرام میں قرآن وحدیث کا باہم چرچا ہوا کرتا تھا مگر نبی ﷺ کی وفات کے بعد صورت حال بدل گئی دین مکمل ہو چکا تھا، قرآن یکجا تھا، مگر حدیثیں صحابہ کرام کے درمیان محفوظ تھیں کچھ لوگوں نے لکھ رکھا تھا کچھ لوگوں کو اپنی یادداشت پر بھروسہ تھا اور مسائل کے حل کے لئے قرآن کریم کے علاوہ حدیثوں کی بھی ضرورت تھی اور صحابہ کرام نے اس کا پورا پورا لحاظ رکھا، جہاں حدیث کے خلاف کوئی فیصلہ نظر آتا ٹوک دیتے اور حدیث رسول ﷺ پیش کر دیتے کبھی صحابہ کرام کے درمیان مسئلہ رکھا جاتا اور ان سے حدیث سے جواب کا مطالبہ کیا جاتا۔

اس سلسلے میں امام بیہقی نے خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے۔

''ان کے سامنے جب کوئی مقدمہ آتا تو کتاب اللہ میں غور کرتے اگر اس میں کچھ پاتے تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے اور رسول ﷺ کی حدیث وسنت پاتے تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتے اور اگر کسی طرح ان کو کچھ نہ ملتا تو دیگر صحابہ سے پوچھتے اور کہتے: کہ میرے پاس یہ معاملہ آیا ہے تم کو اس بارے میں کچھ معلوم ہے کہ

آپ ﷺ نے کیا فرمایا ہے، بعض دفعہ سب لوگ ان کو بتاتے کہ رسول ﷺ نے یہ فیصلہ کیا ہے یہ سن کر ابوبکر کہتے ''الحمد للہ'' کہ اللہ نے ہم میں ایسے لوگ پیدا کر رکھے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کے اقوال ہمارے لئے یاد رکھ کر ہم کو سناتے ہیں۔ اور اگر ان کو حدیث نہ ملتی تو اکابر صحابہ کرام کو جمع کرتے ان سے مشورہ کرتے پھر جس امر پر وہ متفق ہو جاتے اس پر فیصلہ کر دیتے۔ (السنن الکبری ح ۱۹۷۱۲)

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طریقہ تھا انھوں نے اپنے دور خلافت میں قاضی شریح کو فرمان جاری کیا۔

''تمہارے سامنے اگر ایسا مسئلہ آجائے جو قرآن مجید میں مذکور ہے تو کسی کی مت سنو اور اسی کے مطابق فیصلہ کرو، اور اگر وہ مسئلہ قرآن مجید میں نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں دیکھو اور اس کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر وہ مسئلہ نہ قرآن میں ملے، نہ حدیث میں ملے تو دیکھو کہ اس قسم کا معاملہ اس سے پہلے مسلمانوں کے اتفاق رائے سے فیصل ہو چکا ہو تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دو اور اگر وہ ایسا مسئلہ ہے کہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے نہ اس سے پہلے کسی نے اس کے متعلق کچھ کہا ہے تو تمہیں اختیار ہے اپنے اجتہاد سے آگے بڑھنا چاہو، تو بڑھو، اور پیچھے ہٹنا چاہو تو ہٹ جاؤ، اور میں پیچھے ہٹنے کو تمھارے لئے بہتر سمجھتا ہوں (الانصاف للشاہ ولی اللہ)

یہی وہ اصول ہے جس پر صحابہ گامزن تھے اسی لئے ان کو اہل الحدیث کہا جاتا ہے اور اس زمانے سے لے کر آج تک اہل حدیث اسی اصول پر عمل پیرا ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک عمل پیرا رہیں گے۔

صحابہ کرام نے تابعین کو اور تابعین نے صحابہ کو اہل حدیث کے لقب سے ملقب کیا ہے۔

خطیب بغدادی نے ''شرف اصحاب الحدیث'' میں لکھا ہے: کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جب حدیث کے جوان طلبہ کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے تمہیں ''مرحبا ہو'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھاری بابت ہمیں وصیت فرمائی ہے کہ ہم تمھارے لئے اپنی مسجدوں میں کشادگی کریں اور تم کو حدیث سمجھائیں، کیونکہ تم ہمارے تابعی، جانشین اور اہل الحدیث ہو، (شرف اصحاب الحدیث) دیکھئے صحابیٔ رسول نے جہاں تابعی کو اہل الحدیث کہا ہے وہیں خود کو بھی اہل حدیث قرار دیا ہے تابعین نے بھی صحابہ کو اہل حدیث کہا ہے (کماسیاتی)

صحابہ کرام کے اہل حدیث ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے ہمارے وہ بھائی جو تقلید شخصی کو واجب قرار دیتے ہیں ان کو بھی اعتراف ہے کہ صحابہ کرام اہل حدیث تھے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مجاز محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن نے کہا ہے: حالانکہ اہل حدیث کل صحابہ تھے کیونکہ فن حدیث کی ابتداء ان ہی سے تھی اس لئے کہ ان ہی حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث لے کر دست بدست امت کو پہنچادیا، پھر ان کے اہل حدیث ہونے میں کیا شبہ۔(حقیقة الفقه دوم ۲۲۸، جامع ادارہ دارالقرآن والعلوم الاسلامیہ)

دیوبندیوں کے مشہور عالم دین اور کئی کتابوں کے مصنف محمد ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے: اہل حدیث تو تمام صحابہ تھے، مگر فتوی اہل الرائے ہی دیتے تھے، بعد میں یہ لقب امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا ہوگیا اور اس زمانے کے تمام اہل حدیث نے امام ابوحنیفہ کو امام اہل الرائے کا لقب دیا (اجتہاد اور تقلید کی بے مثال تحقیق ۲۸)

صحابہ کرام اہل حدیث تھے الحمدللہ مقلدین حضرات کو بھی اس کا اعتراف ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ اس وقت کسی نئے مسلک نے جنم بھی نہیں لیا تھا۔

صحابیات کے اہل حدیث ہونے کی دلیل

آج کل خواتین کا ایک طبقہ اسلامی تعلیمات نہ ہونے کی وجہ سے شریعت سے بدظن نظر آرہا ہے چنانچہ عورتوں کا نیم عریاں لباس میں بازاروں، تعلیم گاہوں، راستوں میں گھومنا اور مردوں کو اپنی جانب مائل کرنے کا شرمناک طریقہ اس بات پر غماز ہے مردوں نے اپنی عورتوں کو نسوانیت اور شرم وحیاء کا سبق نہیں پڑھایا، اسی لئے وہ مغربی تہذیب کے شانہ بشانہ چلتے رہنے میں فخر محسوس کرتی ہیں، جبکہ معاملہ بڑا پیچیدہ ہے کہ ۔

مردوں کے اگر شانہ بشانہ چلے عورت
کچھ اور ہی بن جاتی ہے عورت نہیں رہتی

صحابیات کی تاریخ دیکھئے جاہلیت جیسے گندے معاشرے سے نکل کر آئی تھیں، مگر جب اسلام کی نعمت سے وہ مالا مال ہوئیں تو انھوں نے اپنے آپ کو مثالی بنالیا، قیامت تک آنے والی خواتین کے لئے ان کی زندگی نمونہ بن گئی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا گھر میں موجود ہیں ان کے شوہر محمد (ﷺ) غار حرا میں عبادت میں مصروف ہیں کہ ایک اہم واقعہ پیش آتا ہے، آپ پر گھبراہٹ طاری ہوتی ہے گھر آکر خدیجہ سے کہتے ہیں ''زَمِّلُونِي ،زَمِّلُونِي '' مجھے چادر اڑھادو، مجھے چادر اڑھادو، جب آپ سے گھبراہٹ دور ہوگئی اور پورا واقعہ آپ نے بیان کیا تو اس بیان کردہ واقعہ پر پورے اطمنان کا اظہار کرتے ہوئے حضرت خدیجہ نے آپ کو تسلی دی اور یہ الفاظ ادا کئے

''وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ ، أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ''

اللہ کی قسم! اللہ تعالی کبھی آپ کو رنجیدہ نہیں کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں

درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیروں، محتاجوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے سلسلے میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرتے ہیں۔ تسلی دے کر حضرت خدیجہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جس نے ساری باتیں سن کر آپ کے نبوت کی تصدیق کی۔

اس واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری میں حدیث نمبر ۳ میں ملاحظہ فرمائیں، غار حرا سے واپسی کے بعد پورے واقعے کا بیان یہی تو حدیث رسول ہے۔ اور قرآن کریم کی ابتدائی آیات:

﴿ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلَّذِى خَلَقَ ۝١ خَلَقَ ٱلْإِنسَٰنَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ ٱقْرَأْ وَرَبُّكَ ٱلْأَكْرَمُ﴾ ۝٣

یہی ابتدائی آیاتِ وحی ہیں ام المومنین نے اس طرح دونوں کی تصدیق فرما کرامت کے لئے مثال قائم کر دیا ہے

نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات نبوت سے پہلے بھی ممتاز تھی، آپ امین صادق اور اوصاف حمیدہ کے مالک تھے، ہر کوئی آپ کی عزت کرتا تھا، خانہ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر آپ نے ثالثی کے فرائض بھی انجام دیے تھے، نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد بتوں کے پجاری اور رسم ورواج کے رسیا اور اپنے آپ کو لائق وفائق اور قابل اعزاز وتکریم سمجھنے والے آپ کے دشمن ہو گئے، آپ کو شاعر، کاہن، اور ساحر وغیرہ کہنے لگے مگر جو آپ پر ایمان لائے انھوں نے آپ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا، دکھ سکھ میں آپ کا ساتھ دیا، اور آپ کی ایک ایک ادا پر جان چھڑکتے، رات، دن جب بھی موقع ملتا آپ سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرتے اس طرح مرد حضرات اللہ کے رسول ﷺ سے قرآن اور حدیث خوب خوب سنتے، سمجھتے اور انھیں محفوظ کرتے دوسروں تک پہنچاتے۔

ان کے اہل حدیث ہونے کی یہی دلیل ہے لیکن خواتین کو ایسے مواقع حاصل نہ تھے

چنانچہ انھوں نے براہ راست نبی ﷺ سے قرآن اور احادیث سننے کی فرمائش کی اور نبی ﷺ نے ان کی فرمائش کا احترام کرتے ہوئے انھیں اہل الحدیث بننے کا شرف بخشا، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی:

يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيكَ فِيهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ فَقَالَ اجْتَمِعْنَ فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِي مَكَانِ كَذَا وَكَذَا (بخاری ۷۳۱۰)

یارسول اللہ! مردتو آپ سے احادیث حاصل کرتے رہتے ہیں ہمارے لئے بھی کوئی دن مقرر فرمادیجئے تا کہ ہم آپ کے پاس حاضر ہوجایا کریں اور جو باتیں آپ کو اللہ تعالی نے سکھائیں ہیں آپ ہمیں بھی بتایا کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم فلاں فلاں دن، فلاں فلاں جگہ پر حاضر ہوجایا کرو۔

الحمدللہ جس طرح مردوں کو رسول اللہ ﷺ سے براہ راست قرآن وحدیث کی تعلیم وتفہیم کے مواقع حاصل تھے، خواتین کے دینی ذوق نے انھیں بھی وہ مواقع فراہم کئے کہ وہ قرآن کی آیات یعنی حدیث ربانی اور نبی ﷺ کی احادیث دونوں کو براہ راست نبی ﷺ سے سننے لگیں اور دونوں پر عمل کرنے لگیں، اور ان کی یہ شکایت بھی ختم ہوگئی'' ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيثِكَ''اس طرح صحابیات نے بھی قرآن وحدیث پر عمل کیا اور ان کے اہل حدیث ہونے میں کسی شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں، اس واقعے میں مسلمان عورتوں کے بہت بڑا سبق موجود ہے کہ صحابیات میں حصول دین کی جو تڑپ تھی کاش آج مسلمان خواتین میں بھی وہ جذبہ اور تڑپ پیدا ہوسکے۔

تابعین بھی اہل حدیث تھے

صحابہ کرام کی مقدس ترین جماعت سے جنھوں نے کلی طور پر فیض اٹھایا، براہ راست ان سے قرآن وحدیث کو سمجھا، وہ تابعین کی جماعت تھی، صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے والی جماعت کو تابعین کہلانے کا شرف حاصل ہے انھیں مقلدین نہیں کہا جاتا کیونکہ انھوں نے صحابہ کرام کی تقلید نہیں کی ہے انھوں نے صحابہ کرام سے براہ راست قرآن وحدیث لیا ہے، اس لئے ان کو تابعین کہا جاتا ہے، تقلید بے دلیل اور اتباع بادلیل ہوتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں (تابعین عظام) کو فرمایا تھا: (شرف اصحاب الحدیث ۱۳) بیشک ہمارے بعد تم ہمارے خلیفہ ہو اور تم ہی اہل الحدیث ہو۔

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ اگر آئندہ کی بات کا مجھے پہلے علم ہو جاتا میں صرف وہی بیان کرتا جس پر اہل الحدیث کا اجماع واتفاق ہوتا (تذکرة الحفاظ ۱، ۷۳) اس میں صحابہ کرام کے سب سے پہلے اہل حدیث لقب سے ملقب ہونے کی دلیل ہے کیونکہ امام شعبی نے پانچ سو صحابہ کرام کا زمانہ پایا تھا (التاریخ الصغیر للامام البخاری ۱، ۲۵۳، تذکرة الحفاظ ۱، ۷۰)

امام شعبی نے اڑتالیس صحابہ کرام سے حدیث سنی تھی (تہذیب ۵/ ۳۷) اور ان سے علم حدیث حاصل کیا تھا اسی لئے انھوں نے اپنے قول میں صحابہ کرام کو اہل حدیث کے لقب سے یاد کیا ہے۔

حضرت عامر بن شرحبیل اور شعبی اہل حدیث تھے (تاریخ بغداد ۳/ ۲۲۷) یہ دونوں تابعی ہیں۔

ابوبکر بن عیاش تابعی کہا کرتے تھے اہل حدیث ہر زمانے میں ممتاز رہے ہیں جس طرح اسلام دوسرے مذاہب کے مقابلے میں ہے(میزان شعرانی)

تابعی محمد بن سیرین کے بارے میں دارمی میں ہے کہ قتادہ تابعی متوفی ۱۱۰ھ کہتے ہیں کہ محمد بن سیرین نے کسی شخص سے آنحضرت ﷺ کی حدیث بیان کی تو اس شخص نے کہا: فلاں شخص تو یوں کہتا ہے اس پر ابن سیرین نے کہا: میں تو حدیث رسول سنا تا ہوں اور تو کہتا ہے کہ فلاں شخص ایسا کہتا ہے میں تجھ سے کبھی کلام نہیں کروں گا (درامی ۶۳)

دیکھئے اس واقعے سے صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ تابعین کے دور میں شخصیت پرستی بالکل نہیں تھی قرآن وحدیث کے مقابلے میں کسی کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی، صحابہ کرام کی طرح تابعین کا عمل بھی حدیث پر تھا سب کے سب اہل حدیث تھے شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ بھی اسکی گواہی دیتے ہیں چنانچہ وہ اپنی تصنیف ''الانصاف'' میں لکھتے ہیں

''وقد تواتر عن الصحابة والتابعين أنهم كانوا إذا بلغهم الحديث يعملون به من غير ان يلاحظوا شرطها''

یقیناً صحابہ اور تابعین سے بطور تواتر کے ثابت ہے کہ ان کو جب کوئی حدیث پہنچتی تھی تو بلا کسی شرط کے اس پر عمل کرنے لگتے تھے۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تابعی ہیں صرف چالیس سال کی عمر پائی، رجب ۱۰۱ھ میں فوت ہوئے اور بالاتفاق آپ پہلی صدی کے مجدد قرار پائے امام دارمی نے آپ کا ایک خطبہ نقل کیا ہے جو بہت ہی گرانقدر ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک روز خطبہ پڑھا اور فرمایا اے لوگو! اللہ تعالی نے تمھارے نبی کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں کیا، اور نہ قرآن کے بعد کوئی کتاب نازل کی، پس جو کچھ اللہ تعالی نے اپنے نبی کے ذریعے سے حلال بتایا ہے وہ قیامت تک حلال ہے اور جو

حرام کہا ہے وہ قیامت تک حرام ہے۔ سنو! میں قانون بنانے والا نہیں ہوں، بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو جاری کرنے والا ہوں، اور میں بدعتی بھی نہیں ہوں بلکہ متبع ہوں اور نہ تم لوگوں سے اچھا ہوں، ہاں میرے کندھے پر تم سے زیادہ بوجھ ہے سنو! کسی بندے کا حق نہیں کہ اللہ کی معصیت میں اس کی اطاعت کی جائے پس سن رکھو کہ میں نے پہنچا دیا۔

صحابہ کرام کے کچھ صحیفے احادیث کے موجود تھے باقی حدیثیں صحابہ وتابعین کے سینوں اور ورقوں میں محفوظ تھیں انھیں جمع کرنے کا خیال عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو آیا، اور آپ کے حکم سے تدوین حدیث پر ائمہ کی توجہ گئی اور بڑے پیمانے پر تدوین حدیث کا کام شروع ہوا۔

مذکورہ روایات وواقعات سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ دور تابعین میں صرف اور صرف قرآن وحدیث پر عمل تھا، ان ہی کو حجت شرعی مانا جاتا تھا۔

ائمہ تابعین میں سے بہت سے نام مشہور ہیں مثلاً ابوبکر بن محمد بن حزم المتوفی ۱۲۰ھ حسن بصری المتوفی ۱۱۰ھ، امام زہری المتوفی ۱۲۴ھ اور فقہائے سبعہ مدینہ کے سات فقہاء جن کے نام اس نظم میں درج ہیں: ـــ

إذَا قِيلَ مَنْ فِي الْعِلْمِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ
رِوَايَتُهُمْ لَيْسَتْ عَنْ الْعِلْمِ خَارِجَهْ
فَقُلْ هُمْ عُبَيْدُ اللَّهِ عُرْوَةُ قَاسِمٌ
سَعِيدٌ أَبُو بَكْرٍ سُلَيْمَانُ خَارِجَهْ

جب تم سے دریافت کیا جائے کہ علم کے وہ سات سمندر کون ہیں جن کی روایات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، تو بے جھجک کہہ دو کہ وہ عبداللہ، عروہ، قاسم، سعید، ابوبکر سلیمان اور خارجہ ہیں۔

یہ ساتوں اساطین علم وفضل ۹۴ھ سے ۱۰۷ھ تک باری باری دنیا سے رخصت ہو گئے مگر اپنے پیچھے یہ اصول چھوڑ گئے کہ قرآن وسنت کے ہوتے ہوئے کسی اور شئی کی طرف التفات کرنا درست نہیں ہے ان اہل حدیثوں پر اللہ تعالی اپنی رحمتیں نچھاور کرے اور ہمیں حدیث کی قدردانی کی توفیق بخشے۔ آمین

اتباع تابعین کے اہل حدیث ہونے کی شہادت

صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے والے تابعین کہلائے اور تابعین کے نقش قدم پر چلنے والے اتباع تابعین کہلاتے ہیں، جو اصول مسائلِ دین کے اخذ وقبول کا صحابہ کرام کا تھا وہی تابعین کا تھا اور وہی اتباع تابعین کا بھی رہا۔ یہ لوگ بھی حدیث نبوی کے شیدائی سنت کے فدائی تھے قرآن وحدیث کے مقابلے میں کسی کی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے یعنی اپنے پیشرو تابعین کی طرح اہل حدیث تھے

۱۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے آپ نے حدیث کی کتاب ''الموطا'' تصنیف فرمائی جو آج بھی شائقین حدیث کے لئے گرانقدر سرمایہ ہے۔

۲۔ شام میں عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی رحمہ اللہ ۸۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۷ھ میں ''بیروت یا بعلبک'' میں فوت ہوئے، آپ نے علم حدیث میں کافی نمایاں خدمات انجام دیں۔

۳۔ بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ اور حماد بن مسلمہ رحمہ اللہ اور ربیع بن صبیح رحمہ اللہ نے طرح تصنیف ڈالی، سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ ۱۵۶ھ میں فوت ہوئے، حماد بن مسلمہ رحمہ اللہ ۱۶۷ھ میں فوت ہوئے اور ربیع علاقہ سندھ میں ۱۶۰ھ میں فوت ہوئے۔

۴۔یمن میں معمر رحمہ اللہ نے احادیث کو کتابی صورت میں جمع کیا،یہ امام مالک رحمہ اللہ کی طرح امام زہری کے شاگرد ہیں ،اپنے زمانے کے کبار علماء میں شمار کئے جاتے تھے ،۱۵۳ھ میں فوت ہوئے۔

۵۔کوفہ میں امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے تصنیف کی بنیاد ڈالی، جو ۷۷ھ میں پیدا ہوئے ،اور ۱۶۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

۶۔محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے کتاب المغازی لکھی ۱۵۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

۷۔نعمان بن ثابت (ابوحنیفہ) رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ،اور ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے ،آپ نے علم حدیث میں کوئی کتاب نہیں لکھی ،مگر عقائد میں دو کتابیں لکھیں جیسا کہ مشہور ہے ا۔فقہ اکبر ۲،کتاب العلم والمتعلم مگر مولانا شبلی نعمانی سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں :فقہ اکبر کیا کوئی بھی امام صاحب کی تصنیف نہیں ہے۔

۸۔مصر میں امام لیث بن سعد مصری رحمہ اللہ قریباً ۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۵ھ میں فوت ہوئے آپ کثیر التصانیف ہیں امام مالک رحمہ اللہ کے استاذ زہری رحمہ اللہ وغیرہ سے آپ نے حدیث روایت کی ہے۔

۹۔امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ھ میں فوت ہوئے کوفہ اور مکہ میں زندگی گزاری اور خدمت حدیث میں لگے رہے۔

۱۰۔امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ ۱۱۳ھ یا ۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے ،۱۸۱ھ میں فوت ہوئے انھوں نے علم حدیث میں متعدد کتابیں لکھیں

۱۱۔اسماعیل بن علیہ بصری ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۹۳ھ میں فوت ہوئے۔

۱۲۔امام محمد بن ادریس الشافعی المکی رحمہ اللہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے ،۲۰۴ھ میں مصر میں انتقال ہوا آپ بالاتفاق دوسری صدی کے مجدد قرار پائے۔علم حدیث کی نصرت کی وجہ

سے آپ کا لقب ناصر الحدیث پڑ گیا حدیث نبوی کے پرکھنے اور سمجھنے اور ان میں جمع و تطبیق میں آپ ید طولی رکھتے تھے ''الرسالہ'' لکھ کر امت کو سب سے پہلے آپ نے علم اصول دیا۔

۱۳۔امام یزید بن ہارون واسطہ میں تھے ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۶ھ میں وفات پائی۔

۱۴۔امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی رحمہ اللہ ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۱۱ھ میں فوت ہوئے انھوں نے بھی اس فن میں بہت سی کتابیں لکھیں (ماخوذ از: تاریخ اہل حدیث ۔سیالکوٹی)

الغرض تبع تابعین بھی اپنے آپ کو اہل حدیث کے نام سے منسوب کرتے تھے جیسا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا: کہ اہل حدیث میرے پاس نہ آئیں تو میں ان کے پاس ان کے گھر جاؤں گا(شرف اصحاب الحدیث ۱۵)

حضرت سفیان بن عیینہ کو ان کے استاد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اہل حدیث بنایا تھا جسے آپ اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں ''پہلے پہل امام ابوحنیفہ ہی نے مجھے اہل حدیث بنایا تھا۔(حدائق الحنفیة ۱۳۴)

سفیان ثوری کا بیان ہے فرشتے آسمان کے پہرے دار ہیں اور اصحاب حدیث روئے زمین کے(شرف اصحاب الحدیث ۴۵)

امام اللغۃ والنحو خلیل بن احمد الفراہیدی رحمہ اللہ متوفی ۱۶۴ھ کا بیان ہے فرشتے آسمان کے اور اہل حدیث زمین کے محافظ ہیں۔

علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب ''الملل والنحل'' میں ائمہ اہل حدیث کے نام گنوائے ہیں اور وہ اہل حجاز میں مالک بن انس، اور محمد بن ادریس شافعی اور ان کے اصحاب اور سفیان

ثوری کے اصحاب اور داؤد بن علی الاصفہانی کے اصحاب ہیں۔

اسی طرح علامہ ابن خلدون نے اپنی کتاب تاریخ ابن خلدون میں ذکر کیا ہے (۱/ ۲/ ۳) خلیفہ ہارون رشید المتوفی ۱۹۳ھ کہتے ہیں کہ چار صفات مجھے چار جماعت میں ملیں، کفر جہمیہ میں، بحث و جھگڑا معتزلہ میں، جھوٹ رافضیوں میں، اور حق اہل حدیث میں (شرف اصحاب الحدیث) مشہور زاہد امام فضل بن عیاض المتوفی ۱۸۷ھ اہل حدیث کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے 'یا ورثة الانبیاء' اے انبیاء کے وارث (شرف اصحاب الحدیث)

اس تفصیلی ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ تبع تابعین بھی تابعین اور صحابہ کرام کی طرح حاملین کتاب وسنت تھے، شرک وبدعت اور دین میں کسی طرح کی کوئی آمیزش قبول نہیں کرتے تھے، کتاب وسنت کی خالص تعلیمات کو فروغ دینے میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے، اور اس پر خود بھی سختی سے عمل کرتے تھے۔

صحابہ کرام کے مفتوحہ اور مقبوضہ علاقوں میں مسلک اہل حدیث

یہ بات روز روشن کی طرح بالکل عیاں ہے، کہ صحابہ کرام جہاں بھی گئے، وہاں دین اسلام کی سچی تعلیمات کو اپنے ساتھ لے کر گئے دین اسلام ان کی زندگیوں میں ان کے رگ وریشہ میں سمایا ہوا تھا اور انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ نبی ﷺ نے آخری وقت میں وصیت فرمائی تھی کہ میں تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو گے گمراہی تمہارے قریب نہیں آئے گی یہی وجہ ہے کہ اعتصام

بالکتاب والسنہ کی ہدایت پر صحابہ کرام گامزن تھے، جہاں گئے قرآن وحدیث ساتھ لے کر گئے اور اپنی اہل حدیثیت سے اور اپنے اخلاق وکردار سے انھیں اپنا گرویدہ بنالیا۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صحابہ کرام کے ہاتھوں پر جو ممالک فتح ہوئے وہاں اہل حدیث کا چرچا ہوا کیونکہ صحابہ کرام اہل حدیث تھے۔

ابومنصور بن طاہر تیمی بغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''اصول الدین ۱/۳۱۷) میں فرماتے ہیں: یہ بات بالکل واضح ہے کہ روم، جزیرہ شام، آذربائیجان، اور باب الابواب کے تمام لوگ مذہب اہل حدیث پر قائم تھے اسی طرح افریقہ، اندلس اور بحر مغرب کے پیچھے کے تمام حدود کے لوگ مذہب اہل حدیث پر قائم تھے، اسی طرح زنج کے ساحل پر واقع یمن کے لوگ بھی اہل حدیث تھے۔

اور شذرات الذہب ۱/۳۳ میں ہے کہ ۲۲ھ میں مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھوں، آذربائیجان اور عمرو بن عاص کے ہاتھوں ''طرابلس'' فتح ہوا۔

۲۷ھ میں عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے اقلیم افریقہ فتح کیا (ایضا ۱/۳۶)

۱۴ھ میں ملک شام کا دمشق ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں صلحاً اور خالد بن ولید کے ذریعہ جبراً فتح کیا گیا (۱/۳۶)

۹۲ھ میں موسیٰ بن نصیر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام طارق کے ہاتھوں اقلیم اندلس فتح ہوا (۱/۹۹)

ہمارے ہندوستان میں بھی صحابہ تابعین تبع تابعین جو سارے کے سارے اہل حدیث تھے ان کا بغرض تجارت امارت، اور افواج کی شکل میں آنا ثابت ہے جس پر مستقل کتابیں موجود ہیں سب سے پہلے ہندوستان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں یعنی ۱۵ھ میں حضرت عثمان بن ابوالعاص ثقفی رضی اللہ عنہ اور حکم بن ابوالعاص ثقفی رضی اللہ عنہ

ساحل سمندر چمبور، تھانہ آئے اور دیگر حضرات نے بھڑوچ، دیبل، مکران اوراس کے نواحی علاقوں میں بحری بیرے سے یلغار کی اور کامیاب رہے لیکن قبضہ برقرار نہیں رکھا، عمان واپس چلے گئے۔

ہندوستان میں پچیس صحابہ کرام کا آنا ثابت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بارہ صحابہ اور عہد عثمانی میں پانچ صحابہ خلافت علی میں تین صحابہ خلافت معاویہ میں چار صحابہ اور خلافت یزید میں ایک صحابی کا آنا ثابت ہے، اس کے بعد تابعین کا نمبر آتا ہے اور وہ تعداد میں بیالیس ہیں، اور تبع تابعین کی تعداد اٹھارہ ہے یہ تمام لوگ حاملین کتاب وسنت تھے اور مسلک اہل حدیث پر چلنے والے تھے۔

۱۵ھ سے صحابہ کرام اور پھر تابعین کے دستے آتے رہے اور مختلف علاقوں میں لوگ اسلام قبول کرتے رہے امارتیں قائم ہوتی رہیں، لیکن حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو سندھ کے علاقے پر ۹۳ھ میں فیصلہ کن حملے کا حکم دیا جس میں بری فوج کے علاوہ بحری فوج بھی روانہ کی گئی تھی سندھ فتح ہوا اور اسلامی فوج مسلسل آگے بڑھتی اور فتوحات حاصل کرتی گئی۔

یہی سندھ ہے جس کے بارے میں علامہ مقدسی ۳۷۵ھ نے سندھ کی سیاحت سے متاثر ہو کر لکھا تھا پڑھیے۔

منصورہ کے لوگ عموماً متقی اور ذہین ہیں، دل سے اسلام کا احترام کرتے ہیں اور سختی سے اسلام کے احکام وفرامین پر عمل پیرا ہوتے ہیں مسلمانوں کی اکثریت اہل حدیث افراد پر مشتمل ہے بعض مقامی آبادیوں میں حنفی بھی موجود ہیں لیکن مالکی شافعی اور حنبلی یا اور نقطہ نظر رکھنے والے مسلمانوں کا کہیں وجود نہیں۔ منصورہ علم اور علماء کا بڑا قدرداں ہے اس لئے کہ اہل حدیثوں کی کثرت ہے اور اس وجہ سے علم حدیث کو یہاں بہت فروغ حاصل ہے (الانساب للمقدسی ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ عرب وہند کے تعلقات)

دیکھئے ۱۵ھ سے ۹۳ھ تک صحابہ وتابعین آتے رہے اوران کا مسلک اہل حدیث وہاں پر فروغ پاتا رہا، یہاں تک کہ جب تقلیدی مذاہب نے اپنے پروبازو پھیلائے تو بھی وہاں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی بعض مقامی آبادیوں میں حنفیوں کا پتہ تو چلا مگر علم حدیث کا چرچا اوراس کا فروغ سنہ ۵۷۳ھ میں بھی برابر قائم رہا۔ مطلب یہ ہے کہ صحابہ تابعین تبع تابعین جہاں بھی گئے اپنے ساتھ مسلک اہل حدیث لے گئے اور اسے فروغ دیا یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صحابہ وتابعین اور تبع تابعین سارے کے سارے اہل حدیث تھے، اسی لئے ہر مسلمان کو اہل حدیث ہونا چاہیے، کیونکہ یہی منہج صحابہ ہے صراط مستقیم ہے شاہراہ بہشت ہے سبیل الرسول ہے اسی پر سختی سے تمام مسلمانوں کو چلنا چاہیے، اوران پگڈنڈیوں سے بچنے کی حتی المقدور کوشش کرنی چاہیے، جن پر شیاطین بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔

تین بہتر زمانے کی فضیلت

’’عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ ؟ قَالَ : الْقَرْنُ الَّذِي أَنَا فِيهِ ، ثُمَّ الثَّانِي ثُمَّ الثَّالِثُ .‘‘(مسلم ۶۶۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا: کہ کون لوگ بہتر ہیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرا (قرن) زمانہ ہے جس میں میں ہوں پھر دوسرا پھر تیسرا۔

’’عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ يَلُونِي ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِينَ

يَلُونَهُمْ ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ (مسلم ٢٦٣٢)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ اس زمانے کے ہوں گے جو مجھ سے متصل آئیں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے پھر ایسی قوم آئے گی جس کی گواہی قسم سے پہلے اور قسم گواہی سے پہلے ہوگی۔

امام نووی رحمہ اللہ نے اس کی تشریح یوں فرمائی۔

"والصحیح ان قرنه الصحابة والثانی التابعون والثالث تابعوہم"(شرح مسلم للنووی)

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان کے قرن سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا قرن مراد ہے اور دوسرے سے تابعین اور تیسرے سے تبع تابعین کا قرن مراد ہے۔۔

بلکہ دوسری روایتوں میں اور بھی تفصیل موجود ہے ایک روایت ملاحظہ فرمائیں۔

"عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهِ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ وَيَنْذُرُونَ وَلَا يَفُونَ وَيَظْهَرُ فِيهِمْ السِّمَنُ(بخاری ٣٦٥٠)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے، عمران کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ

آنحضرت ﷺ نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا تھا یا تین کا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمھارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو خود گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی اور خیانت کریں گے امانت دار نہ رہ جائیں گے نذریں مانیں گے لیکن پوری نہیں کریں گے۔ اور ان میں (تعیش اور آرام طلبی کے سبب) موٹاپن ظاہر ہو جائے گا۔

مذکورہ حدیثوں میں ادوار ثلاثہ کی فضیلت کا تذکرہ ہے، ظاہر حدیث اور ائمہ حدیث کی تشریحات سے خوب خوب واضح ہوتا ہے کہ وہ دور صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا تھا جنھیں بہترین امت اور بہترین قرن ہونے کی شہادت خود رسول ﷺ نے دی ہے اس لئے ان ادوار کو 'قرون مشهود لها بالخير'' بھی کہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ۱۱ھ تک ہے کیونکہ آپ ﷺ کی وفات ۱۱ھ میں ہوئی ہے حضرت صحابہ کا زمانہ ۱۱۰ھ تک ہے کیونکہ آخری صحابی حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے تابعین کا زمانہ سنہ ۱۸۰ھ تک ہے اور تبع تابعین کا زمانہ ۲۲۰ھ تک ہے۔

اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ خیر القرون کی میعاد ۲۲۰ھ تک ہے اور اس وقت تک صحابہ، تابعین، تبع تابعین میں صرف قرآن وحدیث کی حکمرانی تھی تمام لوگ اہل حدیث تھے، کہیں بھی کسی فرقے کا کوئی پتہ نہیں چلتا تھا مسائل میں اختلافات کے باوجود تمام مسلمان کتاب وسنت پر متحد تھے۔ اور سبھی لوگوں نے قرآن وحدیث کا دامن تھام رکھا تھا۔

باپ دادا اور مشائخ پرستی کی تقلید اور ان کے رسم ورواج سے نکل کر لوگ اسلام کے دامن میں آئے تھے اور وہ ان کے مضر اثرات سے بخوبی واقف تھے اس لئے تینوں بہتر زمانوں میں کہیں بھی آبائی رسم ورواج اور تقلید کا دور دور تک اتا پتا نہیں چلتا یعنی ۲۲۰ھ تک الحمد للہ مسلمان منہج صحابہ پر قائم رہے ان میں کوئی تبدیلی نہ آئی نہ ہی شخصیت پرستی کے سحر میں گرفتار

ہوئے۔

مسلک اہل حدیث کے سوا کوئی بھی مسلک ادوار ثلاثہ میں نظر نہیں آتا، اور یہی اہل حدیث مسلک کی حقانیت کی دلیل ہے وہ ائمہ اہل حدیث جن کے نام پر بعد میں چل کر مسلک بنائے گئے الحمد للہ وہ پکے سچے اہل حدیث تھے اور اپنی تقلید سے لوگوں کو منع کیا کرتے تھے، ان کے حکم منعِ تقلید کی مخالفت کرتے ہوئے کچھ ناعاقبت اندیشوں نے ان کا نام غلط طور سے استعمال کیا، اور ان کے نام پر مصلی اور فرقہ بنالیا، جس سے ان ائمہ اسلام کا دامن پاک ہے کیونکہ وہ مجتہد تھے اور اہل حدیث تھے کسی کے مقلد نہیں تھے اور تقلید کو پسند بھی نہیں کرتے تھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ احادیث نبویہ میں جن ادوار ثلاثہ کی فضیلت وارد ہے اس میں صرف اور صرف اہل حدیث ہی مسلک تھا اس کے سوا کوئی بھی مسلک نہیں تھا خیر کے زمانے میں اور ہر دور میں اہل حدیث کے موجود رہنے کی شہادتیں تاریخ وتذکرہ کی کتابوں میں بالتفصیل موجود ہیں اور یہ اہل حدیث کے لئے بہت بڑا شرف ہے اور یہی طائفہ منصورہ ہے۔

طائفہ منصورہ کی فضیلت

طائفہ منصورہ کی فضیلت میں کتب ستہ میں بہت سی حدیثیں موجود ہیں، چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں۔

عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولن تزال طائفة من أمتي على الحق منصورين لا يضرهم من خالفهم حتى يأتي أمر الله (ابن ماجه۴۰۸۷)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، اور اللہ تعالی کی مدد اس کے شامل حال ہوگی، اس کی مخالفت کرنے والے اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالی کا امر (قیامت) آجائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللَّهِ ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاس' (مسلم ۵۰۴۶)

میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ تعالی کے حکم پر قائم رہے گا جو کوئی انھیں بگاڑنا چاہے یا ان کی مخالفت کرے وہ انھیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالی کا حکم (قیامت) آجائے اور وہ لوگوں پر غالب ہی رہیں گے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' لا تزالُ طائفةٌ مِن امَّتي ظاهرِين حتى ياتى امرُ الله وهم ظاهرونَ (سنن دارمی ،بخاری)

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا ،یہاں تک کہ اللہ تعالی کا امر (قیامت) آجائے اور وہ غالب ہی رہے گا۔

مذکورہ بالا روایتوں سے کئی باتیں آفتاب نصف النہار کی طرح آشکارا ہوتی ہیں۔

* امت محمدیہ میں سے ایک جماعت ہمیشہ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے لے کر قیامت تک مسلسل) حق پر قائم رہے گی۔
* اسے اللہ تعالی کی نصرت اور مدد شامل حال ہوگی۔
* اس کی مخالفت کرنے والے اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور وہ جماعت ہمیشہ اپنے

مخالفین پر غالب رہے گی۔

ان روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ محمد ﷺ کی یہ بشارت عظمیٰ سب سے پہلے حضرات صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے لئے ہے اس کے بعد اس بشارت کے لائق اور مستحق صرف وہی جماعت ہوگی جس نے سلف صالحین کے طرز عمل کو اختیار کیا اور وہ اہل حدیث کی جماعت ہے جو ان کے نقش قدم پر ہے۔

اب آیئے حدیث پر مزید غور کریں طائفہ منصورہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے الفاظ ''لا یزال'' کا استعمال کیا ہے، اور یہ الفاظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے اس کی ہمیشگی پر دلالت کرتے ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں بھی اس کا وجود رہا ہو اور قیامت تک ہر دور میں وہ جماعت حق پر قائم رہے گی، اب تمام تقلیدی مذاہب کو اس کسوٹی پر پرکھیئے، اہل حدیث کے سوا کون سی جماعت زمانہ رسالت یا عہد صحابہ میں موجود رہی ہو، جو تقلیدی مذاہب آج پائے جا رہے ہیں وہ سب تیسری یا چوتھی صدی میں پیدا ہوئے ہیں اس لئے الفاظ ''لا یزال'' سے تمام تقلیدی مذاہب کی تردید ہو جاتی ہے۔

طائفہ منصورہ کی دوسری صفت ''علی الحق'' سے بیان کی گئی ہے یعنی وہ طائفہ منصورہ مسلسل رہے گی اور حق پر رہے گی آیئے دیکھیں کہ حق کیا ہے اور کون حق پر قائم ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ءَامِنُوا۟ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُوا۟ نُؤْمِنُ بِمَآ أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَآءَهُۥ وَهُوَ ٱلْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ﴾ (البقرۃ۹۱)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب پر ایمان لے آؤ تو کہہ دیتے ہیں کہ جو ہم پر اتاری گئی ہے اس پر ہمارا ایمان ہے حالانکہ اس کے بعد والی

کے ساتھ جو ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے کفر کرتے ہیں۔

اللہ تعالی نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَءَامَنُوا۟ بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ﴾ (محمد ۲)

اور اس پر بھی ایمان لائے جو محمد پر اتاری گئی ہے اور دراصل ان کے رب کی طرف سے وہ حق (سچا دین) ہے۔

ان دونوں آیتوں میں قرآن کریم کو حق کہا گیا ہے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو بھی حق کا نام دیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں جو کچھ سنتا تھا لکھ لیا کرتا تھا تاکہ اسے حفظ کرلوں، تو (بعض) قریشیوں نے مجھے منع کیا ،انھوں نے کہا: تو ہر بات جو سنتا ہے لکھ لیا کرتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں غصے اور خوشی (دونوں حالتوں) میں گفتگو کرتے ہیں تو میں نے لکھنا موقوف کر دیا اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن مبارک کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اكْتُبْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، مَا يَخرَجُ مِنْهُ إلَّاالحق''۔

لکھا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس سے سوائے حق کے اور کچھ نکلتا ہی نہیں ہے (ابوداود ۳۶۴۶)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ طائفہ منصورہ کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ آغاز اسلام سے قیامت تک تسلسل کے ساتھ ہر دور میں موجود رہے گا۔

دوسری علامت کہ وہ جماعت حق پر قائم رہے گی یعنی قرآن کریم اور احادیث نبوی پر عمل پیرا ہوگی جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث کو کلام ربانی اور فرمان رسالت میں حق کہا گیا ہے۔

طائفہ منصورہ سے کون مراد ہیں؟

چند شہادتیں

طائفہ منصورہ کی فضیلت پر مشتمل چند احادیث گزر چکی ہیں جن سے خوب اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ جن صفات کی بنیاد پر اسے فضیلت بخشی گئی ہے آغاز اسلام میں یہ صفات کس جماعت میں پائی جاتی تھیں اور اہل علم طائفہ منصورہ سے کیا مراد لیتے تھے۔

* طائفہ منصورہ کے متعلق امام عبداللہ بن مبارک کا فیصلہ محفوظ ہے

"قال ابن المبارک هم عندی اصحاب الحدیث" (شرف اصحاب الحدیث ۱۵)

یعنی عبداللہ بن مبارک نے فرمایا "میرے نزدیک طائفہ منصورہ سے مراد اہل حدیث کا طبقہ ہے۔

اہل حدیث کی شان میں عبداللہ بن مبارک نے یہ بھی فرمایا:

"الدین لاهل الحدیث ،والکلام والحیل لاهل الرائ والکذب للرافضة (المنتقی من منهاج الاعتدال ۴۸۰)

یعنی دین اسلام کے سچے پیروکار اہل حدیث ہیں اور کلام (باتیں بنانا) اور حیلہ بازی کرنا اہل الرائے کا خاصہ ہے اور جھوٹ رافضیوں کے لئے ہے

* امام یزید بن ہارون المتوفی ۲۰۶ھ فرماتے ہیں:

ان لم یکونوا اصحاب الحدیث فلادری من هم (شرف اصحاب الحدیث ۱۵)

اگر طائفہ منصورہ اہل حدیث کا طبقہ نہیں تو پھر میں نہیں جانتا اور کون ہوسکتا ہے۔

* امام ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ طائفہ منصورہ والی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

قال محمد بن اسماعیل قال علی بن المدینی هم اصحاب الحدیث

یعنی امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے کہا: کہ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ طائفہ منصورہ اہل حدیث کا طبقہ ہے۔

* امام نووی نے لکھا ہے ''وقال احمد بن حنبل ان لم یکونوا اهل الحدیث فلا ادری من هم''

(شرح مسلم للنووی ج ۲/ ۱۴۳) یعنی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر طائفہ منصورہ سے مراد اہل حدیث کا طبقہ نہیں ہے تو پھر میں نہیں جانتا اور کون ہے

* امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رقم طراز ہیں

"فقال البخاری یعنی اصحاب الحدیث"

(شرف اصحاب الحدیث ۱۵) یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا'' طائفہ منصورہ سے مراد اہل حدیث کا طبقہ ہے۔

* امام ترمذی رحمہ اللہ کی شہادت:

''قال ابوعیسی قال محمد بن اسماعیل قال علی بن المدینی هم اصحاب الحدیث (ترمذی ۲۳۵۱)

یعنی امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں کہ (ان کے استاذ) امام محمد بن اسماعیل بخاری نے کہا: کہ امام علی بن مدینی نے فرمایا کہ طائفہ منصورہ سے مراد اہل حدیث کا طبقہ ہے۔

* امام ابوحاتم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن سنان رحمہ اللہ سے سنا آپ نے طائفہ منصورہ والی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا

''فقال هم اهل العلم واصحاب الحدیث'' شرف اصحاب الحدیث ۱۵)

یعنی اس طائفہ منصورہ سے اہل علم اور اہل حدیث مراد ہیں۔

مذکورہ شہادتوں سے اچھی طرح پتہ چلتا ہے کہ ائمہ حدیث اور اساطین علم وفضل نے طائفہ منصورہ صرف اور صرف اہل حدیث کو قرار دیا ہے اور اس امر کا اعتراف بھی موجود ہے کہ اگر طائفہ منصورہ اہل حدیث نہیں ہو سکتے تو ہم نہیں سمجھتے کہ کسی اور میں بھی یہ خوبیاں اور مطلوبہ اوصاف کی ادنی جھلک بھی پائی جاتی ہو، تمام طبقوں، گروہوں، جماعتوں میں مذکورہ اوصاف حمیدہ کا فقدان نظر آتا ہے ان حدیثوں کا مصداق صرف اہل الحدیث کا طبقہ ہے۔

ائمہ مجتہدین بشمول ائمہ اربعہ کا اہل حدیث ہونا

کسی بھی مسئلے میں اگر قرآن وحدیث سے نص نہ مل سکے تو اس نئے اور پیش آمدہ مسئلے میں اجتہاد سے کام لیا جائے گا، اجتہاد یعنی قیاس۔ کب کیا جائے گا؟ کیسے کیا جائے گا؟ اس کا جواب حدیث معاذ اور دیگر احادیث فراہم کرتی ہیں۔ جس کی نظر قرآن وحدیث میں گہری ہوگی وہی صحیح طور سے اجتہاد بھی کر سکے گا اس سلسلے میں تاریخ خلکان میں ایک واقعہ مذکور ہے ۔پڑھیے

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ محمد بن حسن رحمہ اللہ کہنے لگے بھلا بتاؤ ہمارے استاد (ابوحنیفہ) بڑے عالم تھے یا تمہارے استاد (مالک) زیادہ علم رکھتے تھے میں نے کہا: انصافاً، انھوں نے کہا: ہاں۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ قرآن کا زیادہ علم کون رکھتا تھا ہمارے استاد (امام مالک) یا تمھارے استاد (ابوحنیفہ)، امام محمد نے کہا: اللہ گواہ ہے بیشک تمھارے استاد (امام مالک) قرآن کا علم زیادہ رکھتے تھے، پھر میں نے حدیث کی نسبت پوچھا اس میں بھی امام محمد نے یوں ہی اقرار کیا، پھر میں نے اقوال صحابہ

کی نسبت سوال کیا اس میں بھی امام محمد نے اسی طرح اقرار کیا (یعنی امام مالک زیادہ جانتے تھے) میں نے کہا: اب رہ گیا قیاس! اور قیاس تو ان ہی چیزوں (قرآن وحدیث) پر ہوتا ہے تو اب کس بات میں دونوں کا مقابلہ کروگے (تمسک بالحدیث ۴۱)

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین میں جو حضرات قرآن وحدیث کا گہرا علم رکھتے تھے مجتہد تھے یا ان کے علاوہ جو عام لوگ تھے ان سب کا ایک ہی مسلک تھا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ تبع تابعین کا دور ۲۲۰ھ پر ختم ہوجاتا ہے۔ اور ائمہ اربعہ میں سے تین اماموں کا دور بھی ختم ہوجاتا ہے، امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کی وفات سنہ ۲۴۱ھ میں ہوئی یہ تمام لوگ بھی اہل حدیث تھے، جن کے نام پر بعد کے ادوار میں مسلک کی بنیاد رکھی گئی ہے، نہ تو ائمہ نے مسلک بنایا، نہ بنانے کا حکم دیا، ان کا دامن ان اختراعات سے پاک وصاف ہے ائمہ اربعہ کے اہل حدیث ہونے کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں۔ ان میں سے چند کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ سب ہماری طرح اہل حدیث تھے اہل حدیث گر تھے اور اہل حدیث کے فدائی اور قدردان تھے۔

ا۔ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ المتوفی ۱۵۰ھ، اپنی کنیت (ابوحنیفہ) سے مشہور ہیں وہ مسلک اہل حدیث پر تھے جیسا کہ استاد ابومنصور عبدالقادر بن طاہر تمیمی بغدادی نے اپنی کتاب "اصول الدین ۱/ ۳۱۳) میں بیان کیا ہے کہ کلام کے سلسلے میں سوائے دو مسئلوں کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اصول اصحاب حدیث ہی کی طرح ہے جیسے توحید الوہیت، اللہ کی اسماء وصفات وافعال، نیز علو واستواء کا اثبات کہ اللہ عزوجل آسمان میں عرش پر ہے زمین پر نہیں، اپنی مخلوق سے جدا ومختلف ہے، اس کا علم وقدرت وتصرف ہر جگہ ہے، کوئی جگہ بغیر اس کے بچی نہیں ہے وغیرہ، اور کتاب وسنت سے واجباً ہدایت لیتے اور تقلید کے بغیر دونوں کے فہم وادراک کے استقلال میں بھی ان کا (اصحاب حدیث ہی کی طرح) ضابطہ واصول ہے جیسا

کہ امام صاحب نے سائل کے جواب میں فرمایا ''جب میں کوئی ایسی بات کہوں جس کی کتاب اللہ یا حدیث رسول مخالف ہوتو میری بات چھوڑ دو(ایقاظ الھمم اولی الابصار ۵۰)

*''قال ابوحنیفةلم یزل الناس فِي صلاحِ ما دامَ فیھم مَن یَّطلب الحدیثَ ،فإذا طلبُوا العلمَ بلا حدیث فَسَدُوا ''میزان شعرانی۱/ ۵۴)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا''لوگ ہمیشہ ہدایت پر رہیں گے جب تک ان میں حدیث کے طلبگار ہوں گے لیکن جب حدیث چھوڑ کر علم حاصل کریں گے تو گمراہ ہوجائیں گے۔

دیکھئے اس میں کس طرح عظمت حدیث کا اعتراف ہے اور یہ حقیقت ہے جب لوگ حدیث کے طلبگار رہے ہدایت پر رہے اور جیسے ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے قال فلاں۔ کہنے لگے گمراہ ہوگئے۔

*سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ المتوفی ۱۸۹ھ تحصیل علم کے لئے کوفہ آئے ،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شاگردی اختیار کی ان کا قول ہے کہ ''پہلے پہل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی نے مجھے اہل حدیث بنایا تھا(حدائق الحنفیہ ۱۳۴)مطبوعہ نول کشور لکھنو

*امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اذاصَحَّ الحدیثُ فھومذھبی''(حاشیہ ابن عابدین۱/ ۶۳)

حدیث جب(صحیح)ثابت ہوجائے تو وہی میرا مسلک ہے ۔ان کے اہل حدیث ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ انھوں نے صحیح حدیثوں کو ہی اپنا مسلک بتایا ہے۔

*امام مالک رحمہ اللہ المتوفی ۱۸۰ھ اپنے وقت کے امام اہل حدیث تھے (اصول الدین/ ۳۹۳)

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی کتاب صحیح مسلم میں شعبہ،سفیان،اور یحییٰ وغیرہم رحمھم اللہ کا ذکر کرتے ہوئے امام مالک بن انس رحمہ اللہ کو بھی امام اہل حدیث میں شمار کرتے تھے(مسلم ۵۹/۱)

ابوالفلاح حنبلی رحمہ اللہ شذرات الذهب ۲۹۱/۳ میں فرماتے ہیں ۔

إذا قيل من نجم الحديث وأهله

أشار أولوا الألباب يعنون مالكاً

جب پوچھا جاتا کہ حدیث اور اہل حدیث کا تارا کون ہے تو عقلمند حضرات امام مالک کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے:

''أنظُروا فِيه فإنه دين، وما مِن أَحَد إلا ومأخوذٌ من كلامه ومردودٌ عليه إلا صاحب هذه الروضة) يعني رسول الله'(الميزان ۴۸/۱)

اس (میری رائے) کو بغور دیکھ لو کیونکہ یہ دین (کا معاملہ) ہے سوائے اس صاحب روضہ محمد ﷺ کے کسی کی بات بھی لی جاسکتی ہے اور رد بھی کی جاسکتی ہے۔

آپ نے فن حدیث میں حدیث کی کتاب مدون کی جو "الموطا" کے نام سے مشہور ہے خلیفہ وقت کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اس کے در دولت پر حاضر ہوکر موطا سنانے کو پسند نہ کیا، آپ صرف حجاز کے امام نہ تھے بلکہ حدیث میں تمام لوگوں کے امام تھے آپ فرمایا کرتے تھے

''إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ ، أُخْطِئُ وَأُصِيبُ ، فَانْظُرُوا فِي رَأْيِي ، فَكُلَّمَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوا بِهِ ، وَكُلَّمَا لَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ ، فَاتْرُكُوهُ''(مختصر المومل ص ۴۱)

یعنی میں بھی ایک انسان ہوں کبھی میری رائے صحیح ہوتی ہے اور کبھی غلط۔اب تم میری

رائے کو دیکھ لو جو کتاب وسنت کے موافق ہو اس کو لے لو، اور جو مخالف ہو اس کو چھوڑ دو۔

امام مالک رحمہ اللہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

وَخَيْرُ أُمُورِ الدِّينِ مَا كَانَ سُنَّةً
وَ شَرُّ الْأُمُورِ الْمُحْدَثَاتُ الْبَدَائِعُ

(بستان المحدثین) یعنی دین میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کام بہتر ہے، اور بدعات برے کام ہیں۔

علامہ شمس الدین الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ رقمطراز ہیں

قال وهيب امام اهل الحديث مالك (تذكرة الحفاظ ج ا ص ۱۹۵)

یعنی امام وہیب رحمہ اللہ نے کہا: کہ امام مالک رحمہ اللہ اہل حدیث کے امام ہیں

محمد بن ادریس الشافعی المتوفی ۲۰۴ھ ناصر الحدیث آپ کا لقب ہے آپ نے علم حدیث امام مالک رحمہ اللہ سے حاصل کیا، سفیان ابن عیینہ اور امام مسلم بن خالد بھی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں فن حدیث میں آپ نے "کتاب ا لام" مدون کیا، اور آپ کا یہ قول بہت ہی مشہور ہے "اذا صحّ الحديثُ فهو مذهبي" (المجموع للنووی ۱/ ۶۳) یعنی جو صحیح حدیث میں ہے وہی میرا مذہب ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ومذہب وہی ہے جو صحیح حدیث میں ہے اور جو صحیح حدیث کے خلاف ہو وہ امام صاحب کا مذہب ومسلک نہیں بن سکتا۔

امام فلانی رحمہ اللہ نے امام شافعی کے حوالے سے بیان کیا وہ فرمایا کرتے تھے:

كُلُّ مَسألة صَحَّ فيها الخبرُ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عند أهل النقل بخلاف ما قلتُ فأنا راجعٌ عنها في حياتي وبعد موتي (الحليه ۹/ ۱۰۷)

میرے قول کے خلاف جس مسئلے میں بھی ناقلین کے نزدیک رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ثابت ہو تو میں اس سے اپنی زندگی میں اور بعد از مرگ (پیش آنے والی ایسی بات سے) رجوع کرتا ہوں۔

امام شافعی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے فرمایا کرتے تھے:

''یا ابا عبد اللہ انتَ اعلمُ بالحدیث مِنّي فاذا صَحَّ الحدیثُ فاعلمني حتی اذهب الیه شامیا کان اوکوفیا اوبصریا''(شذرات الذهب ۳/۱۰)

اے ابوعبداللہ! حدیث آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں جب صحیح حدیث ثابت ہو تو مجھے بتلایئے کہ میں اس کو اپناؤں خواہ حدیث شامی ہو یا کوفی ہو یا بصری (راوی کی ہی) ہو۔

امام شافعی رحمہ اللہ بھی مسلک اہل حدیث پر تھے بلکہ مسلک اہل حدیث کے مبلغ تھے جس کی دلیل امام شافعی رحمہ اللہ کی سوانح عمری سے متعلق ''تہذیب الاسماء والصفات ۱/۴۴'' میں امام نووی کا یہ قول ہے ''پھر وہ (امام شافعی) عراق گئے اور علم حدیث کی اشاعت کی، اور مسلک اہل حدیث کو رائج کیا۔

(منہاج السنہ ۴/۱۴۳) میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے پھر امام شافعی رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے علم حاصل کیا، پھر عراقیوں کی کتابیں لکھیں، مسلک اہل حدیث کو اپنایا اور اپنے لئے اس کو منتخب کیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''اذا رایتُ رَجُلا مِن اهل الحدیث فکانی رایت النبی حیا''

(شرف اصحاب الحدیث ۷۷)

جب میں کسی اہل حدیث کو دیکھتا ہوں تو گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ دیکھتا ہوں

ابن القیم رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کرتے ہیں:

''وقال الشافعي : عليكم بأصحاب الحديث , فإنهم أكثر صوابا من غيرهم''(اعلام الموقعين مصری ۶۴)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگو!اہل حدیث جماعت میں شامل ہوجاؤ دوسروں کی نسبت ان کا راستہ صحیح اور درست ہے۔

تہذیب نووی ج ۱/ ۴۷ میں ہے کہ

"نَشَرَ علمَ الحديث واقامَ مذهب اهله"

یعنی آپ نے علم حدیث کو پھیلایا اور مذہب اہل حدیث کو مضبوط کیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ حدیث،عظمت حدیث اور مسلک اہل حدیث میں کتنے غیرت مند تھے اسے جاننا ہے تو علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی تحریر کردہ کتاب ''مِفتاح الجنه فى الاحتجاج بالسنة'' کا مطالعہ فرمائیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، نام احمد ابوعبداللہ کنیت باپ کا نام محمد ہے مگر دادا 'حنبل' کی طرف نسبت ہے آپ کی ولادت ۱۶۴ھ اور وفات ۲۴۱ھ میں بغداد میں ہوئی ،آپ کو فن حدیث میں پوری مہارت حاصل تھی اور کیوں نہ ہو جب کہ امام مالک اور امام شافعی کا پورا پورا علم ملا،حدیث کی جستجو میں آپ نے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ یمن، شام، اور جزیرہ وغیرہ کا سفر کیا آپ کے اساتذہ میں امام شافعی کے علاوہ دیگر نام بھی ملتے ہیں۔امام یزید بن ہارون، امام یحیٰ بن سعید القطان، امام سفیان بن عیینہ، امام عبدالرزاق بن ہمام وغیرہم رحمھم اللہ۔

امام قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إذا رأيت الرجل يحب أهل الحديث، مثل يحيى بن سعيد القطان وعبدالرحمن بن مهدي وأحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه ، وذكر قوماً آخرين ، فإنه على السنة ومن خالف هذا فاعلم انه

مبتدع"(شرف اصحاب الحدیث ۴۰)

جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ اہل حدیث سے محبت رکھتا ہے جیسے امام یحیٰ بن سعید القطان، عبدالرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، اور اس طرح بہت سے حضرات کے نام لئے، تو سمجھ لو کہ وہ سنت پر قائم ہے، اور جو کوئی اہل حدیث کے مخالف ہے بس سمجھ لو بلاشبہ وہ بدعتی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بالاتفاق اہل حدیث کے امام تھے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

"کان علی مذہب اہل الحدیث"(منہاج السنۃ ج۴/ ۱۴۳)

یعنی امام احمد بن حنبل مذہب اہل حدیث پر تھے۔

عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے امام عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"سالت الامام احمد عن الرجل یکون في بلد لا یجد فیها الا صاحب الحدیث لا یعرف صحیحه من سقیمه وصاحب رای، فمن یسال منهما عن دینه فقال: یسال صاحب الحدیث ولا یسال صاحب الرای وکان کثیرا ما یقول ضعیف الحدیث احب الینا من رای الرجال"(المیزان الکبری ج۱/ ۶۲)

ترجمہ: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ ایک شہر میں دو آدمی ہیں ایک صاحب رائے اور دوسرا اہل حدیث جو فن حدیث میں پوری طرح مہارت نہیں رکھتا، تو دین کے متعلق ان میں سے کس سے مسئلہ دریافت کیا جائے، تو آپ نے فرمایا کہ اہل حدیث سے دریافت کیا جائے اہل الرائے سے نہیں، آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ضعیف حدیث مجھے

لوگوں کی رائے سے زیادہ محبوب ہے۔

مختلف حوالہ جات سے آپ نے ملاحظہ فرمایا'' کہ سارے ائمہ مجتہدین ومحدثین خصوصا ائمہ اربعہ مسلک اہل حدیث پر قائم ودائم تھے نیز لوگوں کو اسی کی دعوت دیتے تھے۔ اور یہ ائمہ جن کے نام پر دین کا بٹوارہ کیا گیا ہے ان کا دامن اس بٹوارے سے پاک وصاف ہے اور تمام ائمہ کرام نے قرآن وحدیث پر سختی سے عمل کرنے کی دعوت دی ہے اور تقلید کی مذمت وشناعت سے آگاہ بھی کردیا ہے اللہ تعالی ائمہ دین کی قبروں پر اپنی رحمتیں برسائے، جو دین حنیف کے سچے قدرداں اور پاسباں تھے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تقلید سے ائمہ دین کی برات اور اس کی مذمت

تقلید کوئی قابل تعریف شئ نہیں ہے یہ سنت یہود ہے، تقلید آباء واجداد، تقلیدِ احبار ورہبان، تقلیدِ امراء وسلاطین کی مذمت میں قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ دور صحابہ تابعین اور تبع تابعین میں کہیں تقلید کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، تقلید اس قدر مذموم کیوں ہے؟ اسے اگر سمجھنا ہے تو پہلے تقلید کا مفہوم اور مطلب سمجھنا پڑے گا۔

۱۔ التقلید ھو قبول قول بلاحجة(المستصفی ۲/ ۳۸۵)

۲۔ التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة(فواتح الرحموت ۲/ ۴۰۰)

۳۔ التقلید العمل بقول غیرک من غیر حجةٍ'(مختصر ابن حاجب ۳۰۵)

۴۔ التقلید قبول قول الغیر بلا دلیل(شرح قصیدہ امالی ۳۴)

نبی ﷺ کے علاوہ کسی کی بھی بات پر عمل کرنا یا اسے قبول کرلینا جبکہ اس پر کوئی شرعی

دلیل نہیں ہے اسی کا نام تقلید ہے۔

ایک حنفی عالم دین فرماتے ہیں: تقلید کے معنی ہیں دلائل سے قطع نظر کر کے کسی امام کے قول پر عمل کرنا، اور اتباع سے یہ مراد ہے کہ کسی امام کے قول کو کتاب وسنت کے موافق پا کر اور دلائل شرعیہ سے ثابت جان کر اسی قول کو اختیار کرنا (شرح مسلم مولانا غلام رسول سعیدی ۵/ ٦٣)

اس سے ثابت ہوا کہ فقہاء کا جو قول مؤید بالوحی ہو اسے اختیار کرنا تقلید نہیں ہے اتباع ہے اور جو قول مدلل نہیں ہے اس کا لینا تقلید ہے جو ممنوع ہے۔

آپ تقلید کا مطلب سمجھ گئے، تقلید میں تشکیک، تذبذب اور التباس ہے اسی لئے وہ ممنوع اور مذموم ہے چنانچہ صحابہ کرام سے لے کر ائمہ دین تک سب نے اس سے اپنی برأت کا اظہار کیا ہے اس کی مذمت اور شناعت کو واضح کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''لا تقلدوا دينكم الرجال''

اپنے دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو (السنن الكبرى للبيهقى) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''رہا عالم کی غلطی کا مسئلہ تو (سنو) اگر وہ سیدھے راستے پر بھی چل رہا ہو تو بھی اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو (كتاب الزهد للامام وکیع ج ا ص ۳۰۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اياكم الاستنان بالرجال''

اپنے آپ کو دوسروں کی سنت اور ان کے طریقے سے بچائیں یعنی دوسروں کی نقالی اور تقلید سے بچیں (جامع بيان العلم وفضله ۳/ ۱۲۴)

امام دارمی نے امام شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ مالک بن مغول رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مجھ

سے شعبی رحمہ اللہ نے کہا: یہ لوگ تم سے جو رسول کی حدیث بیان کریں اسے لے لو اور جو اپنی رائے سے کہیں اسے کوڑے دان میں ڈال دو (الدارمی فی کراھیة اخذ الرائی)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''قال ابوحنیفةلا اقلد التابعي''(نورالانوار ص۲۱۹)

میں تابعی کی تقلید نہیں کرتا کیونکہ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں ان کی تقلید جائز نہیں۔

کسی شاگرد نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا: اگر آپ کا فتوی کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ کے خلاف ہوتو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے آپ نے جواب دیا: میرا فتوی کتاب اللہ سنت رسول اللہ یا قول صحابہ کے خلاف ہوتو میرے فتوے کو چھوڑ دو اور کتاب وسنت اور قول صحابہ پر عمل کرو (المختصر المومل ۳۸)

ابو یوسف، زفر، ابن زید اور حسن بن زیاد جیسے اصحاب ابوحنیفہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

''لا یَحِلُّ لِاحد ان یُفتِیَ بقولنامالم یعلم من این قُلنا

کسی کے لئے ہماری بات سے فتوی دینا تب تک جائز نہیں جب تک وہ یہ نہیں جان لے کہ ہم نے کہاں سے وہ بات کہی ہے (عقد الجید ۵۶) یہی بات بستان المحدثین میں ہے اور امیر صنعانی رحمہ اللہ نے ''ارشاد النقاد'' (۲۰) میں اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے یہ بات حنفی مسلک کی کتابوں میں بڑی وضاحت کے ساتھ موجود ہے دیکھئے مقدمہ ''عمدة الرعایةفی حل شرح الوقایه (۹) لمحات النظر فی سیرة الامام زفر للکوثری (۲۱)حجة الله البالغة (۱/۱۵۷)

امام دارالہجر ۃ رد بدعت میں باکمال اور عمل بالحدیث میں لاثانی تھے، اور تقلید سے

کوسوں دور تھے اسی لئے آپ نے فرمایا:

انّما انا بَشَرٌ اخطی واصیب(اعلام الموقعین۱/ ۶۳)

میں بشر ہوں مجھ سے غلطی اور درستی دونوں کا احتمال ہے میری ہر ایک بات کی تحقیق کرلیا کرو جو کتاب وسنت کے موافق ہواس پر عمل کرواور جو مخالف ہواسے رد کردیا کرو۔

امام مالک رحمہ اللہ کا بڑا مشہور قول ہے:

لیس أحد بعد النبي صلى الله عليه وسلم إلا ويؤخذ من قوله ويترك إلا النبي صلى الله عليه وسلم(جامع بيان العلم وفضله۲/ ۹۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی ہے اس کا قول تسلیم بھی کیا جاسکتا ہے اور رد بھی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

ناصر الحدیث امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ متبع سنت تھے اور تقلید سے سخت متنفر تھے یہی وجہ ہے کہ رد تقلید پر ان کے اقوال بہت زیادہ ہیں جو ان کے ناخلف نام لیواؤں کے لئے تازیانہ عبرت ہیں

''اذا صح الحديث فهو مذهبي واذا رايتم كلامي يخالف الحديث فاعملو ابالحديث واضربوا بكلامي الحائط''(عقد الجيد۱۲۲)

صحیح حدیث میرا مذہب ہے جب میرے کلام کو حدیث کے خلاف پاؤ تو اس کو دیوار پر ماردو اور حدیث پر عمل کرو۔

قال الشافعی:

''اجمع المسلمون على أن من استبان له سنة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يحل له أن يدعها لقول أحد''(المختصر المومل۳۵)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جب سنت کا علم ہوجائے

توکسی ایک کی بات کی وجہ سے سنت چھوڑنا کسی بھی شخص کے لئے حلال نہیں ہے یعنی سنت کے مقابلے میں کسی کی بھی بات قابل عمل نہیں ہوگی بلکہ اسے رد کردیا جائے گا۔

فقد صحَّ عن الشافعی انه نهی عن تقلیدہ وعن تقلیدِ غیرہ (عقد الجید ۱۲۳)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے یہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ انھوں نے اپنی اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے۔

امام اہل سنت قاطع بدعت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اقوال بھی منع تقلید میں بہت نمایاں ہیں۔

''لا تُقَلِّدُونی ولا تقلد وا فلانا،وخُذُوا من حیث اَخَذُوا''(المختصر المومل ۳۸)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''تم نہ میری تقلید کرو اور نہ کسی اور عالم کی بلکہ تم علم وہاں سے حاصل کرو جہاں سے انھوں (علماء) نے حاصل کیا ہے۔

یعنی قرآن وحدیث اصل ہے، اور علم کا سرچشمہ وہی ہے، سب نے وہیں سے سیرابی حاصل کی ہے تم بھی وہیں سے سیرابی حاصل کرو۔

''لا تقلدونی ولا تُقَلِّدَنَّ مالکا ولا غیرہ وخُذِالاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنة''(عقد الجید ۱۲۳)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا ''نہ تم میری تقلید کرو، نہ امام مالک کی اور نہ ان کے علاوہ کسی اور کی، تم بھی احکام ومسائل وہیں سے لو، لوگوں نے جہاں سے (یعنی کتاب وسنت)لیا ہے (پہلے قول سے یہ قول اور زیادہ واضح ہے)

''لا تقلدونی ولا تقلدن مالکاولا الاوزاعی ولاالنخعی ولا غیرھم

وخذالاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنة (عقد الجید ۱۴۴)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: نہ تم میری، نہ مالک، اوزاعی، امام نخعی اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا بلکہ کتاب وسنت پر عمل کرنا۔

تقلید کی مذمت میں بہت سے اقوال موجود ہیں مگر میں نے خصوصاً ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ اس لئے کیا کہ ان کے منع تقلید پر بہت سے اقوال کے ہوتے ہوئے ان کے نام پر فرقے بنالینے اور امت کو فرقوں میں تقسیم کردینے میں ان کا معمولی حصہ بھی نہیں ہے بلکہ ان کے ناموں کا غلط استعمال کیا گیا ہے اور غلط طور سے بہت سے مسائل ان کی طرف منسوب کردئے گئے ہیں جن سے ائمہ کا دامن پاک ہے ،ہم پر ان کا احترام واجب ہے، وہ مجتہد تھے خطا کی صورت میں بھی انھیں اکہرا اجر ملے گا، اور ان کا احترام کرتے ہوئے ہمیں ان کے ان اقوال سے دست بردار ہوجانا چاہئے جو کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں۔

دورِ تقلید سے پہلے
مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ کی ایک
وضاحت

آپ مسلسل پڑھتے چلے آرہے ہیں کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین ومحدثین کے مبارک دور میں بھی تقلید پرستی کا کوئی رواج نہ تھا۔ سارے مسلمان قرآن وحدیث پر متفق تھے۔ اہل حدیث تھے۔ قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی اور چیز مستقل حجت نہ تھی۔ دو ہی اطاعتیں مستقل تھیں، بقیہ اطاعتیں مشروط اور عارضی تھیں، کہیں کسی کے نام پر

کسی فرقے کا ظہور نہیں ہوا تھا بلکہ یہ ائمہ اربعہ ایک دوسرے کے استاد تھے اور کسی نے بھی اپنے امام کی تقلید نہیں کی ہے۔

ایک مشہور حنفی عالم ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ نے اپنی ایک کتاب میں ذیلی عنوان قائم کیا ہے ''دورِ تقلید سے پہلے'' اس کے تحت وہ لکھتے ہیں:

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری سے پیشتر کسی ایک امام یا کسی ایک مذہب (فقہی) کی تقلید کا رواج نہیں ہوا تھا۔ لوگ کسی عالم کی تقلید یا کسی ایک مذہب کی تعیین اور التزام کے بغیر عمل کرتے تھے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ شریعت پر عمل کر رہے ہیں اور براہِ راست رسول اللہ ﷺ کی پیروی کر رہے ہیں۔ اسی طرح ضرورت کے وقت کسی معتبر عالم سے مسئلہ دریافت کرلیا کرتے تھے۔ اور عمل کرتے تھے۔ چوتھی صدی میں بھی کسی ایک مذہب کی تقلید خالص اور اس کے اصول وطریق پر فقہ حاصل کرنے اور فتویٰ دینے کا دستور عام نہیں تھا۔

شیخ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ ''**حجة الله البالغة**'' میں لکھتے ہیں:

چوتھی صدی میں بھی امت کے دو طبقوں کا معاملہ الگ الگ تھا۔ عوام ان مسائل میں جو اجماعی ہیں اور جن میں مسلمانوں کے درمیان یا جمہور مجتہدین میں کوئی اختلاف نہیں۔ صاحب شرع (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہی کی تقلید کرتے تھے وہ وضو، غسل، نماز اور زکوٰۃ کا طریقہ اپنے والدین یا اپنے شہر کے اساتذہ ومربیوں سے سیکھ کر اس کے مطابق چلتے رہتے تھے، اگر کوئی غیر معمولی صورتِ حال پیش آتی تو اس کے بارے میں کسی مفتی سے جو ان کو میسر آتا استفتاء کرتے تھے، اس میں کسی مذہب کی شرط نہ تھی۔

خواص میں جن کا اشتغال حدیث نبوی سے تھا ان کو صحیح روایات اور آثار صحابہ کی موجودگی میں کسی اور چیز کی ضرورت نہ تھی، کوئی مشہور صحیح حدیث جس پر بعض فقہاء نے عمل کیا ہے، اور

جس پر عمل نہ کرنے کا کسی کے پاس کوئی عذر نہیں، یا جمہور صحابہ وتابعین کے اقوال جو ایک دوسرے کے مؤید ہوتے تھے ان کے لئے کافی تھے۔ اگر مسئلہ میں ان کو کوئی ایسی چیز نہ ملتی جس سے قلب مطمئن ہوتا، اس وجہ سے کہ وہ روایات متعارض ہیں یا ترجیح کی وجہ ظاہر نہیں ہے یا اسی طرح کا کوئی اور اشکال پیش آتا تو فقہائے متقدمین میں سے کسی کے کلام کی طرف رجوع کر لیتے۔ اگر اس مسئلہ میں دو اقوال ملتے تو ان میں جو زیادہ قابلِ اعتماد ہوتا اسی کو اختیار کرتے خواہ وہ اہلِ مدینہ کا قول ہو یا اہلِ کوفہ کا۔

ان اہلِ مذاہب کی طرف نسبت کی جاتی (جس میں وہ تخریج سے کام لیتے) اور کسی کو حنفی اور کسی کو شافعی کہا جاتا۔ خود محدثین میں سے جس کا کسی مذہب کی طرف زیادہ میلان ہوتا اور وہ اکثر مسائل میں ان سے اتفاق کرتا۔ ان مذاہب کی طرف نسبت کی جاتی۔ چنانچہ نسائی اور بیہقی کو شافعی کہا جاتا ہے، اس وقت قضا و افتاء کے منصب پر ان ہی لوگوں کا تقرر ہوتا جو مجتہد ہوتے اور فقیہ اس کو کہا جاتا جو اجتہاد کی قابلیت رکھتا تھا۔ (حجة الله البالغه حصہ اول۔ص ۱۲۲) (تاریخ دعوت وعزیمت حصہ دوم۔ص ۳۴۔ ۳۳۳)

علی میاں ندوی رحمہ اللہ کی تحریر سے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ دورِ تقلید سے پہلے لوگ قرآن وحدیث پر عمل پیرا تھے۔ کسی خاص فقیہ یا کسی خاص مذہب پر عامل نہ تھے مگر کبھی کبھی ان کی نسبت کثرت موافقتِ مسائل کی بنیاد پر کسی اور کی طرف کر دیا جاتا تھا، مگر حقیقت اس کے برعکس ہوتی تھی۔

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''ابوبکر قفال، ابوعلی، اور قاضی حسین سے جو کہ شافعی میں سے گنے جاتے ہیں، منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم شافعی کے مقلد نہیں بلکہ ہماری رائے ان کے رائے کے موافق ہوگئی ہے۔ (الارشاد إلى سبيل الرشاد۔ص ۱۲۹ بحوالہ النافع الكبير)

علی میاں ندوی رحمہ اللہ نے اگلے صفحہ پر تقلید کی بحث کو مزید واضح کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب سے اقتباس عربی مع ترجمہ نقل کیا ہے۔ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

''وہ مقلد صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا پابند ہے، حلال اس کو سمجھتا ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول حلال کہیں، اور حرام اس کو مانتا ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول حرام فرمائیں۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا براہِ راست علم نہیں اور آپ سے جو مختلف حدیثیں روایت کی جاتی ہیں ان میں تطبیق کی اس کو لیاقت نہیں اور نہ آپ کے کلام سے اس کو مسئلہ ثابت کرنے کا ملکہ ہے۔ اس لئے اس نے ایک صاحب رشد عالم کی اس بناء پر پیروی کی ہے کہ وہ ظاہری طور سے صحیح فتویٰ دے رہا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا پیرو ہے۔ اگر وہ اس کے اس گمان کے خلاف نکلے تو وہ اسی وقت بغیر کسی بحث اور اصرار کے اس فتویٰ اور مذہب کی پیروی سے ہٹ جائے گا۔ (اور حدیث پر عمل کرے گا) (ایضاً ص ۳۳۶)

ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب دورِ تقلید سے پہلے کا سچا حال بتاتے ہیں اور یہ تسلیم کرتے ہیں کہ خیر القرون میں تقلید کا نام ونشان نہ تھا۔ یہ تو چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوتی ہے اور جس انداز میں شروع ہوتی ہے اس سے قرآن وسنت کی کوئی مخالفت نہیں ہوتی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کبریٰ پر حملہ

قارئین کرام! آپ کو یقین آچکا ہوگا کہ خیر القرون یعنی ادوارِ ثلاثہ میں اور بعد میں بھی یعنی چوتھی صدی تک رسالت، نبوت، امامت ایک ساتھ چل رہی تھی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی، رسول بھی اور امام بھی۔ لیکن رفتہ رفتہ ائمہ اثنا عشر اور ائمہ اربعہ کا عقیدہ مسلمانوں میں داخل

ہوا۔ شیعوں نے بارہ اماموں کا تصور پیش کیا تو اہل سنت نے چار اماموں کی تقلید کو اپنے اوپر واجب کرلیا۔ جبکہ قرآن وحدیث سے اس کی تعیین وتحصیر پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ ویسے ہر عالمِ دین ہمارا امام ہے، جتنے محدثین اور مجتہدین گذرے ہیں وہ سب کے سب امام ہیں مگر پوری امت مسلمہ کے اماموں، عالموں میں سے چار کا انتخاب اور بارہ کی تعیین یہ سب خانہ ساز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لفظ ''امام اور ائمہ'' کا تذکرہ کئی بار کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ﴾ (القصص:۵)

اور ہم انھیں (کمزور) کو پیشوا اور زمین کا وارث بنائیں گے۔

﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا﴾ (الانبیاء:۷۳)

اور ہم نے انھیں پیشوا بنادیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں۔

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا﴾ (السجدہ:۲۴)

اور ہم نے ان میں سے چونکہ ان لوگوں نے صبر کیا تھا ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کی ہدایت کرتے تھے۔

﴿وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً﴾ (ھود:۱۷)

اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب (گواہ ہو) جو پیشوا (امام) اور رحمت ہے۔

﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ (الفرقان:۷۴)

اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا (امام) بنا۔

﴿وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً﴾ (الاحقاف:۱۲)

اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا (امام) اور رحمت تھی۔

﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (الاسراء:۷۱)

جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے پیشوا (امام) سمیت بلائیں گے۔

قرآن کریم کی آیتوں میں لفظ امام اور ائمہ پر غور کریں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ ان سے حضرات انبیاء کرام ہی مراد ہیں یا انبیاء پر نازل شدہ کتابیں مراد ہیں کیونکہ یہاں امام کا تعلق وحی الٰہی اور امر الٰہی سے جڑا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ مفسرین نے ''بامامھم'' کے معنی ومطلب میں کئی چیزوں کا تذکرہ کیا ہے۔

پہلا قول: بامامھم یعنی نبیھم

دوسرا قول: بامامھم یعنی بکتابھم الذی انزل علیھم

تیسرا قول: بامامھم یعنی بأعمالھم

چوتھا قول: بامامھم یعنی بامام زمانھم

پانچواں قول: بامامھم یعنی بمعبودھم

چھٹا قول: بامامھم یعنی تبیانھم

ساتواں قول: بامامھم یعنی بمذاھبھم

آٹھواں قول: بامامھم یعنی بامھاتھم

نواں قول: بامامھم یعنی بأئمة اھل البیت

دسواں قول: وقال بعض السلف ھذا اکبر شرف لاصحاب الحدیث لان امامھم النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم''

پہلا اور دسواں قول دیکھئے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ امام سے مراد انبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں اور یہ اہل حدیث جماعت کے لئے بڑے شرف واعزاز کی بات ہے کہ ان کے امام نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔

اس امامت کے سلسلے میں فقیہ حصاص رازی نے کہا ہے:

’’فا لأنبیاء علیهم السلام فی اعلیٰ مرتبة الامامة ثم الخلفاء الراشدون بعد ذالک ثم العلماء والقضاۃ العدول ومن الزمه الله باقتدائهم ثم الامامة فی الصلوٰۃ ونحوها‘‘ (احکام القرآن)

امامت کے جو معنی بیان ہوئے ہیں اس کے لحاظ سے امامت کے اعلیٰ مرتبہ پر تو حضرات انبیاء فائز ہوتے ہیں ان سے اتر کر خلفائے راشدین ہیں، پھر نمبر علماء و عادل ججوں کا آتا ہے اوران کا جن کی پیروی اللہ نے لازم کردی ہے، پھر امامت نماز ہے وغیرہ۔

امامت کے اعلیٰ ترین درجے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے جسے چارسو سالوں تک بلا اختلاف کے جانا جاتا رہا۔ خلفائے راشدین کا دور گذرا، آپ کی امامت کبریٰ برقرار رہی اور خلفائے راشدین شرعی حدود میں رہتے ہوئے احکام شریعت کی تنفیذ کرتے رہے تابعین کا دور آیا، پھر تبع تابعین کا، پھر محدثین و مجتہدین کا دور آیا، ائمہ اربعہ کا دور آیا، اس زمانے میں بھی امامت کا کوئی مسئلہ نہ تھا، کیونکہ خلفائے راشدین سے لیکر مجتہدین و محدثین سب کے سب ہمارے عالم دین ہیں، امام ہیں، پیشوا ہیں، ہر ایک اپنی جگہ قابل قدر تھے، لیکن ائمہ مجتہدین میں سے چار کی تعیین کر کے اسے مسلک بنانے اور امت کو فرقوں میں بانٹنے کی دشمن سازش نے وہ گل کھلایا کہ مسلمان باہم دست و گریباں ہوگیا۔

کسی شاعر نے اچھی ترجمانی کی ہے ؎

دین را در چار مذہب ساختند
رخنہ در دینِ نبی انداختند

یعنی دینِ اسلام کو چار مذہبوں میں بانٹ کر دینِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اختلاف ڈال دیا گیا۔

غرضیکہ شعوری یا غیر شعوری طور پر مسلمانانِ عالم میں تقلید در آئی مگر اہلِ حدیث اس کے پھندے میں نہیں آئے۔ انہیں تکالیف دی گئیں، شہر بدر کیا گیا، قتل و خونریزی کی گئی، تاریخ

میں سب کچھ محفوظ ہے انہوں نے سب کو جھیل لیا مگر شغل بالحدیث سے دستبردار نہ ہوئے وہ رسول اللہ ﷺ کو اپنا رسول اور امام مانتے رہے اور ان کی رسالت اور امامت میں کسی کو شریک نہیں کیا۔ ہاں علمائے اسلام سے استفادہ کرتے رہے کسی مخصوص مسلک کے علماء سے وابستہ نہ ہوئے، اور بحیثیتِ عالمِ دین کے تمام محدثین ومجتہدین کی قدر کرتے رہے۔

چوتھی صدی میں جب تقلید شروع ہوئی اور بہت سے ائمہ کی تقلید کی جانے لگی، اور بہت سے مسالک رائج ہو گئے جیسے کہ امام غزالی رحمہ اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کے مسلک کا بھی ذکر کیا ہے، جو پانچویں صدی ہجری میں موجود تھا، مگر جن مسلکوں کے فقہاء کو دربارِ شاہی میں رسائی کا موقع ملا وہ بادشاہوں کی سرپرستی میں کافی مضبوط ہو گئے۔ جگہ جگہ اشاعت مسلک کا کاروبار شروع ہوا، باہم مناظرہ، مجادلہ اور قتال وجدال کی وجہ سے تقلیدی مسالک نے بادشاہوں کا سہارا لینا ضروری سمجھا۔

مقریزی اور ابن خلکان دونوں متفقہ طور پر لکھتے ہیں:

یعنی شروع میں دو مذہب بزورِ سلطنت پھیلے، حنفی مذہب مشرق سے لیکر افریقہ تک اور مالکی مذہب اسپین میں۔ (وفیات الاعیان: ۲/۱۶۷)

مصر میں جب صلاح الدین ایوبی شافعی کا تسلط ہوا تو اس نے صدر الدین شافعی کے ہاتھوں میں عہدۂ قضا کی باگ ڈور دے دی۔ اس وقت سے مصر کا قاضی شافعی مذہب کا ہونے لگا، اسی طرح سے مصر میں شافعیت کو بہت کچھ فروغ ہوا۔ (**افتراق الأمم طبع جوانب ۳۳۳**)

علامہ مقریزی لکھتے ہیں:

یعنی افریقہ والوں پر اتباع سنت واثر کا ولولہ غالب رہا۔ یہاں تک عبداللہ فاس وہاں حنفی مذہب لے کر پہنچا اور قاضی اسد حاکمِ افریقہ نے سارے مسلک پر حنفی مذہب کو غالب

کردیا۔(کتاب الخطط:۲/ ۳۳۳)

معزبن بادیس جب پانچویں صدی کے شروع میں افریقہ کے حاکم ہوئے تو انہوں نے سارے مسلک کو مالکی مذہب قبول کرنے پرمجبور کردیا۔(مقریزی وابن خلکان:۲/ ۱۰۵)

ابوحامد اسفرائینی نے جب خلیفہ ابوالعباس القادر باللہ کے دربار میں رسوخ پایا تو خلیفہ سے اس بات کی منظوری حاصل کرالی کہ ابومحمد بن اکفانی حنفی قاضی بغداد کو معزول کر کے بجائے ان کے ابوالعباس حاملی یامازری شافعی کو قاضی مقرر کیا جائے۔

بے چارے ابومحمد صاحب کو خبر بھی نہیں آخروہ معزول ہوئے اور مازری قاضی مقرر ہوئے اورابوحامد اسفرائینی نے ادھر سلطان محمد بن سبکتگین کو جواس وقت اعظم السلاطین تھے،لکھ بھیجا کہ خلیفہ نے محکمۂ قضا حنفیوں سے نکال کر شافعیوں کو دے دیا ہے،لہٰذا تم کو اپنے مما لک میں اس پر عمل کرنا چاہئے۔(**خیبة الاکوان** ص ۱۰۴ مطبوعہ نظامی پرس کانپور ۱۲۹۱ء)

اگر آپ تفصیل کے ساتھ مسلکوں کے آپسی جھگڑوں کو اور شاہی دربار میں ان کی سازشوں کو نیز قضاۃ اور سلاطین کے تال میل کو اور بادشاہوں کی سرپرستی میں مسلکوں کے استحکام وفروغ کو بالتفصیل جاننا چاہتے ہیں۔تو پڑھئے:(**معجم البلدان - البدایة - سیر اعلام النبلاء** وغیرہ)

حاصلِ کلام یہ کہ نبی ﷺ کی امامت کبریٰ پر ساری امت متفق تھی، مسائل میں اختلافات کے باوجود امت میں گروہ بندی نہیں تھی۔صحابہ کرام اور خلفائے راشدین یہاں تک کہ چوتھی صدی تک محدثین ومجتہدین نے بھی کسی نئے امام کی تقلید کا تصور نہیں پیش کیا،ہر عالم دین مذہبی پیشوا یعنی امام ہوا کرتا تھا،اور ایسے مذہبی رہنما قیامت تک ہر دور میں پائے جاتے رہیں گے جو کم علم والوں کی رہنمائی کرسکیں۔

مگر چوتھی صدی کے بعد رفتہ رفتہ امتِ مسلمہ نوزائیدہ تقلید کی وجہ سے مشکلات میں گھرتی

چلی گئی۔ اور نبی ﷺ کی امامتِ کبریٰ کو چار اماموں میں تقسیم کردیا گیا۔ ایک طرف نبی ﷺ کی امامت کبریٰ سے چھٹکارا ملا، دوسری طرف سیکڑوں فقہاء وعلماء کی امامت کا خاتمہ ہوگیا۔ اب دین اسلام صرف اور صرف چار مجتہدین کی آراء واقوال کا نام رہ گیا، جب کہ اس پر اللہ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ہے۔ رسول ﷺ کی کوئی ایسی پیشینگوئی بھی نہیں ہے۔ پھر اسے امت پر آخر کس نے واجب قرار دیا؟ حالانکہ واجب وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے واجب قرار دیا ہو۔

اسے خوب سمجھ لیں کہ اس امت کے امام صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جسے صحابہ کرام سے لیکر آج تک اہلِ حدیث مانتے چلے آئے ہیں، اور آپ کی امامتِ کبریٰ کا آفتاب اس طرح روشن ہے کہ اس کے سامنے سارے چراغ ٹمٹماتے نظر آتے ہیں۔

وہی رسول ہمارے وہی ہمارے امام
الٰہی! تو بھیج ان پر درود و سلام

تقلید جب مستحکم ہوئی

مخالفت کے باوجود بھی اثر ورسوخ کی وجہ سے تقلید پروان چڑھتی رہی لیکن تقلیدی مذاہب میں روز روز قضیے اور جھگڑے سامنے آتے رہے تو سرکاری طور سے چاروں مذہب کو قبول کرلیا گیا، اور مختلف سلاطین ان مذہبوں کے حامی وناصر ہوگئے یہاں تک کہ شاہ بیبرس بندقداری نے ۶۶۵ھ میں چاروں مذہب کے چار چار قاضی عدالتوں میں مقرر کردیئے۔
(خیبة الاکوان:ص ۱۵۰)

یعنی اب عدالتوں میں رسول اللہ ﷺ کی امامت کبریٰ کے بجائے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی اماموں کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ ہرکوئی اپنے امام کا فیصلہ سن کر خوش ہوجائے گا۔ اوران میں کسی قسم کا کوئی اختلاف باقی نہ رہے گا۔ مگر تقلید تو جہالت ہی کا دوسرا نام ہے۔ تقلید کی وجہ سے نبی ﷺ کی امامتِ کبریٰ سے امت (سوائے اہل حدیث کے) دست بردار ہوگئی۔

چار قاضیوں کی تقرری سے بھی قضیے ختم نہیں ہوئے۔ اب خانۂ کعبہ میں امامت کا قضیہ پیش آ گیا۔ عدالتوں میں تو چار قاضیوں کی تقرری پر کوئی ہنگامہ نہ ہوا، مگر جب مسجد کعبہ میں قضیہ پیش آیا تو اس کا حل بڑا دشوار تھا۔ ہر فرقے کی خواہش تھی کہ خانۂ کعبہ میں امامت کا شرف اسے حاصل ہو۔ اس وقت تقلید ہی کی وجہ سے جو شاہی فیصلہ ہوا وہ مقلدین کو خوش کرنے کے لئے تھا اس کے علاوہ بادشاہ کے سامنے کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔ تقلید کی وجہ سے وحدتِ امت پارہ پارہ ہوگئی۔ نویں صدی ہجری کے آغاز میں سلطان فرح بن برقوق نے (جو کہ اشر ملوکِ چراکسہ کہا جاتا ہے) مسجد کعبہ شریف کے اندر چاروں مذہب کے چار مصلے قائم کردیئے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''**ارشاد السائل إلیٰ أدلة المسائل**'' میں لکھا ہے:

یعنی کعبہ میں چار مصلوں کا قیام باجماع اہلِ اسلام بدعت ہے جسے ایک بدترین بادشاہ فرح بن برقوق چرکسی نے نویں صدی کے آغاز میں قائم کیا ہے۔ اس زمانے کے اہلِ علم نے اسے ناپسند کیا اور اس کی تردید میں کتابیں لکھیں۔ (ص ۹۵ مطبوعہ در مجموعۃ الرسائل المنبریۃ)

اس بدعت اور بندربانٹ پر امت مطمئن نہ تھی۔ اہل حدیث کے علاوہ مقلدین نے بھی اسے بدعت اور امرِ زبوں کہا، مگر فیصلہ بادشاہ کا تھا اور مسئلے خود ہم نے پیدا کئے تھے۔ تقلید کی

وجہ سے یہ دوسرا بڑا فتنہ رونما ہوا۔

تقلید کی وجہ سے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز قرار پایا۔آپس میں شادی بیاہ میں رکاوٹ پیدا ہوئی، ایک مسجد میں کئی محراب بن گئے، فکر وتحقیق اور مطالعے کے دروازے بند ہوگئے۔ شخصیت پرستی، توہم پرستی اور خانقاہیت نے جنم لیا۔ روحِ جہاد سلب ہوگئی۔ اقتدارِ وقت کا ساتھ دینا فیشن بن گیا۔ اتباعِ سنت سے بے نیازی پیدا ہوئی، ہوا پرستی اور خواہشات پرستی کا شوق پیدا ہوا۔ گروہیت (حزبیت) کو تقویت ملی، علماء وفقہاء کو گمراہ کیا ۔سلف صالحین اور دوسرے ائمہ عظام وعلماء کرام کے خلاف تشدد وتعصب اور خود پسندی پیدا ہوئی۔امت واحدہ کا تصور مسخ ہوگیا۔ احادیثِ صحیحہ سے چشم پوشی، اعراض اور تاویل بے جا ، پر مقلد کو مجبور کیا۔اور گاہے گاہے قرآنی آیت اور احادیث میں تحریف پر آمادگی ظاہر ہوئی۔ اور یہ سب کچھ تقریباً پانچ سو سالوں تک ہوتا رہا۔ اور مسلک کے نام پر بدعت اور خرافات کو راستی نصیب ہوتی رہی مگر حقیقت یہ ہے کہ اس مسلکی بٹوارے اور مصلوں کی تقسیم پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔تاہم بادشاہوں نے تقلید کے نام پر جو فتنے جنم دیئے ،صدیاں گذر گئیں اور امت اس سے ابھر نہ سکی۔ بلکہ تقلید کی غلاظت میں اس قدر لت پت ہوگئی کہ اپنی شناخت تک کھو بیٹھی اور اب قرآن وسنت کی بالادستی کے بجائے ائمہ کے اقوال وآراء کا مسئلہ چلنے لگا۔ قرآن وحدیث پس منظر میں چلے گئے۔اور جب کسی مقلد کے سامنے حدیثِ رسول ﷺ پیش کی جاتی ہے تو وہ حدیث سن کر اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتا جب تک اس کے امام یا مفتی کی رائے نہ بتادی جائے۔ یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ عام مقلدین کا عقیدہ قرآن وحدیث پر اس قدر کمزور ہوگیا ہے کہ وہ اسے دوسرا درجہ دیتے ہیں اور اولیت وفوقیت امام کی رائے کو حاصل ہے۔

ساتویں صدی کے مشہور عالم (شافعی عالم) شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام لکھتے

ہیں:

''حیرت انگیز بات ہے کہ بعض فقہائے مقلدین کو اپنے امام کی دلیل کے ایسے ضعف کا علم ہو جاتا ہے جس کا کوئی جواب نہیں اور وہ اس کے باوجود اس مسئلہ میں اس کی تقلید کرتے ہیں اور ان کا مذہب چھوڑ دیتے ہیں جن کی تائید میں کتاب وسنت اور صحیح قیاسات ہیں، محض اس لئے کہ ان کو امام کی تقلید سے انحراف گوارہ نہیں بلکہ کتاب وسنت کے ظاہر مطلب کو دفع کرنے کے لئے وہ ہزار تدبیریں کرتے ہیں اور اپنے امام کی مدافعت میں ہر طرح کے بعید اور بے بنیاد تاویلوں سے ان کو احتراز نہیں ہوتا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت دوم۔ص ۳۳۸ بحوالہ حجۃ اللہ البالغۃ۔ص ۱۲۴)

اس طرح امام کو معصوم عن الخطاء ہونے کا عقیدہ عملاً امت میں رائج ہوا۔ ندوی صاحب اسے مزید آشکارا کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

(ابن حزم کا یہ کہنا کہ تقلید حرام ہے) اس عامی کی تقلید کے بارے میں صحیح ہے جو کسی ایک معین فقیہ کی تقلید کرتا ہو اور اس کا اعتقاد ہے کہ خطا اس سے ناممکن ہے اور جو کچھ اس نے کہہ دیا وہ مطلقاً اور یقیناً صحیح ہے اور جس نے دل ہی دل میں یہ عزم اور فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ اپنے امام یا عالم کی تقلید نہیں چھوڑے گا اگرچہ دلیل اس کے خلاف ثابت ہو جائے۔ اس طرح کی تقلید کے متعلق وہ حدیث وارد ہوئی ہے جو عدی بن حاتم نے روایت کی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورہ توبہ کی) یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ٱتَّخَذُوٓا۟ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَـٰنَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ﴾ (التوبہ:۳۱)

(ان یہودیوں اور عیسائیوں نے) اپنے علماء ومشائخ کو خدا کو چھوڑ کر ارباباً من دون اللہ بنالیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو ان کی عبادت نہیں کرتے تھے ان کا معاملہ صرف یہ تھا کہ جس

چیز کو علماء ومشائخ حلال کر دیں اس کو حلال سمجھ لیتے تھے اور جس کو حرام کر دیں اس کو حرام بنا لیتے تھے۔(تاریخ دعوت وعزیمت۔ص ۳۳۹بحوالہ حجۃ اللہ البالغۃ۔ص ۱۲۴)

ان اقتباسات سے خوب خوب واضح ہوتا ہے کہ تقلید جب امت میں داخل ہوئی تھی تو اس کی حیثیت محض تیمم کی سی تھی یعنی پانی کے عدم دستیابی پر وضوء کے بجائے تیمم کر لیا جائے مگر اب اس کی حیثیت بدل چکی ہے پانی پر قدرت کے باوجود ایک صحتمند تیمم ہی کو ترجیح دے رہا ہے عوام بے چارے تو بے علم اور کم علم ہوتے ہیں۔ان کی بات کو چھوڑتے ہیں، اہل علم بھی اسی طرح کی بازاری باتوں پر اکتفا کرنے لگے۔ملاحظہ فرمائیں:

محدث الاحناف ملا علی قاری رحمہ اللہ حدیث پر تقلید کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولا اشکال فی ظاهر الحدیث علیٰ مقتضی مذهب الشافعی فانه محمول علیٰ حالة القصر وقد صلی بالطائفة الثانیة نفلاً وعلیٰ قواعد مذهبنا مشکل جدا۔(مرقاة:۳/ ۲۸۲)

حدیث اپنے معنی میں بالکل واضح اور ظاہر ہے اور شافعی مذہب کی صریح مؤید یعنی حمایت میں صاف دلیل ہے۔لیکن اس دلیل پر ہمارے حنفی مذہب کے مطابق عمل کرنا بہت مشکل ہے۔لہٰذا ہم اس حدیث کو ظاہری حالت میں کبھی قبول نہیں کر سکتے۔

امام الاُحناف شیخ ابن الھمام تقلید کی وجہ سے صحیح حدیث کا ردان الفاظ میں کرتے ہیں:

”نعم نفس المؤمن تمیل الیٰ قول المخالف فی مسئلة السّبِ لکن اتبا عنا للمذهب واجب“۔(بحر الرائق:۵/ ۱۱۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کو قتل کر دیا جائے یہ صحیح ہے اور اسی پر جمہور اور اہل حدیث کا عمل وفتویٰ ہے لیکن حنفی مذہب کے مطابق اس کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔اگر ذمی ہے تو اس کے عہد میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔اسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے شیخ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ:

’’مومن کا نفس مخالف کے قول کو قبول کرتا ہے لیکن ہم اس کو اس لئے نہیں مانتے کہ یہ حنفی مذہب کے خلاف ہے اور ہم پر حنفی مذہب کی اتباع لازم ہے‘‘۔

شیخ الأحناف شیخ الھند مولانا محمود الحسن صاحب، حنفیت کے خلاف ایک صحیح حدیث کی تاویل سے عاجز آ کر اسی تقلیدی حربے کو استعمال کرتے ہیں۔

’’فالحاصل أن مسئلة الخيار من مهمات المسائل وخالف ابو حنيفة فيه الجمهور وكثير من الناس المتقدمين والمتاخرين صنفوا رسائل في ترديد مذهب ورجح مولانا شاه ولی الله المحدث الدهلوی فی رسائله مذهب الشافعي من جهة الحديث والنصوص وكذالك قال شيخنا بترجح مذهبه وقال۔ الحق والانصاف أن الترجيح للشافعي في هٰذه المسئلة ونحن مقلدون يجب علينا تقليد امامنا ابو حنيفة۔ (تقریر ترمذی: ص ۳۹)

بیع خیار مشکل ترین مسئلہ ہے امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ میں جمہور کی مخالفت کی ہے بہت سے متقدمین اور متاخرین نے اس مسئلے میں رسالے بھی تحریر کئے ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی جمہور اور شافعی مسلک کو ترجیح دی ہے حق اور انصاف کی بات یہی ہے کہ احادیث اور دلائل قطعیہ امام شافعی کے مذہب کی تائید میں مضبوط اور پختہ ہیں لیکن ہم اس مسئلہ کو اس لئے قبول نہیں کرتے کہ ہم امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں اور ہم پر تقلید واجب ہے۔

دیکھیے! کس قدر کمال جرأت اور بے باکی سے مقلدین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کبریٰ کا انکار کر رہے ہیں اور اپنے خانہ ساز امام کے قول وفعل کو حرفِ آخر سمجھ رہے ہیں۔ اندازہ لگائیے کہ ائمہ پرستی اور تقلید نے اس امت کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ حدیثِ رسول کا منکر تو مسلمان ہی نہیں ہے۔

بات بڑی کڑوی ہے مگر حقیقت کی آئینہ دار ہے، سیکڑوں ایسے مسائل لکھے جا سکتے ہیں

جس میں حدیث رسول کو ٹھکرا کر مقلدین اپنے اماموں کے اقوال پر عمل کر رہے ہیں۔ شرعی طور سے جس کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث سے اعراض کرنے والوں کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا﴾ (٦١)
(النساء:٦١)

ان سے جب کبھی کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آؤ تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر کر رکے جاتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ حدیث رسول کے ہوتے ہوئے اسے چھوڑ کر ائمہ کے اقوال کو لینا ماننا اور اس پر عمل کرنا منافقت ہے۔ یہ ہمارا خانہ ساز فتویٰ نہیں ہے بلکہ یہ فتوی اور فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان، قول اور حدیث سے رک جانے والے منافق ہیں۔ تقلید شخصی کرنے والے جو دانستہ احادیث رسول کو چھوڑ کر اپنے امام کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ انھیں اپنے عمل پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

رسالت اور امامت میں تفریق

''رسول'' عربی زبان کا ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی قاصد، نامہ بر، ایلچی اور ڈاکیہ کے ہوتے ہیں، مگر اس کی نسبت واضافت جب اللہ کی طرف کر دی جائے تو اس میں ایک پاکیزگی اور شفافیت آجاتی ہے یعنی اللہ کا قاصد، اللہ کا پیامبر، اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا۔ اسی سے لفظ ''رسالت'' ماخوذ ہے جس کا مطلب اللہ کا پیغام پہنچانے والے۔

اب ہم اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ کی رسالت کا تذکرہ کر رہے ہیں کیونکہ آپ کی رسالت آفاقی اور قیامت تک کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار محمد ﷺ کو اپنی رسالت کی ترسیل و تبلیغ کا حکم دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ﴿وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ﴾ (آل عمران: ۲۰)
اور اگر یہ روگردانی کریں تو آپ پر صرف پہنچا دینا ہے۔

(۲) ﴿فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ ﴿۹۲﴾
(المائدۃ: ۹۲)

اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

(۳) ﴿مَّا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ﴾ (المائدۃ: ۹۹)
رسول کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔

(۴) ﴿فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ ﴿۴۰﴾ (الرعد: ۴۰)
آپ پر تو صرف پہنچا دینا ہے حساب تو ہمارے ذمہ ہی ہے۔

(۵) ﴿فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ ﴿۳۵﴾ (النحل: ۳۵)
رسولوں پر تو صرف کھلم کھلا پیغام کا پہنچا دینا ہے۔

(۶) ﴿فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ ﴿۸۲﴾ (النحل: ۸۲)
اگر یہ روگردانی کریں تو آپ پر صرف کھل کر تبلیغ کر دینا ہی ہے۔

(۷) ﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ ﴿۵۴﴾ (النور: ۵۴)

﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ (العنکبوت: ۱۸)

سنو! رسول کے ذمے تو صرف صاف طور سے پہنچا دینا ہے۔

(۸) ﴿وَمَا عَلَيْنَآ إِلَّا ٱلْبَلَٰغُ ٱلْمُبِينُ ﴿١٧﴾﴾ (یٰسین: ۱۷)

اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیتیں اور اس قسم کی دوسری آیتوں میں نبی کریم ﷺ کے مقامِ رسالت کو خوب خوب واضح کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کا کام ترسیل وتبلیغ ہے۔

اور یہ منجانب اللہ ہے۔ آپ کی تبلیغ وترسیل میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں ہے اس تبلیغ وترسیل کو وسعت دے کر اگر کسی اور کو اس منصب کا اہل سمجھ لیا گیا تو یہ شرک فی الرسالت ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت میں تنہا اور لاشریک ہے اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ اپنی رسالت میں تنہا اور لاشریک ہیں۔ جس طرح اللہ کی وحدانیت کا منکر مسلمان نہیں، اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا منکر مسلمان نہیں۔

اب آیئے دیکھیں کہ امام اور امامت کا کیا مطلب ہے، امام کا مطلب ہے رہبر، پیشوا، رہنما، ہادی وغیرہ۔ اسی سے لفظ ''امامت'' ماخوذ ہے۔ جس کا مطلب ہے رہنمائی، رہبری، پیشوائی وغیرہ۔

قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کو منصب امامت پر فائز کیا گیا جس کا تذکرہ ''الانبیاء آیت ۷۳ / اور سورہ اسراء آیت ۷۱ /'' میں ہے۔ یہ بات پچھلی تحریروں میں آچکی ہے، آیئے نبی ﷺ کی امامت اور پیشوائی کو مؤکد کرنے والی آیتیں بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ﴾ (النساء: ۶۴)

ہم نے ہر رسول کو صرف اسی لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی کی فرمانبرداری کی جائے۔

(۲) ﴿ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ﴾ (النور: ۵۴)
ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول ﷺ کے نقش قدم پر چلو۔

(۳) ﴿ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ﴾ (آل عمران: ۳۱)
میری تابعداری کرو خود اللہ تم سے محبت کرے گا۔

(۴) ﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ ﴾ (الحشر: ۷)
اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو۔

(۵) ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾ (النساء: ۶۵)
تو قسم ہے تیرے پروردگار کی! ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔

(۶) ﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ﴾ (الأنعام: ۱۵۳)
اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اسی راہ پر چلو۔

(۷) ﴿ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ ﴾ (الأعراف: ۱۵۸)
سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی اتباع کرو۔

(۸) ﴿ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ﴾ (آل عمران: ۶۸)
سب لوگوں سے زیادہ ابراہیم سے نزدیک تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا کہا مانا اور یہ نبی (ﷺ) اور جو لوگ ایمان لائے۔

مذکورہ بالا آیتوں اور اس طرح کی بیسیوں آیتوں میں نبی کریم ﷺ کی امامت، اقتداء اور اتباع کا تذکرہ ہے جس طرح آپ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح آپ کی اتباع، اقتداء اور امامت پر ایمان لانا اور اس کی تعمیل بھی ضروری ہے، اور صحابہ کرام کے دور سے چوتھی صدی تک مسلمانانِ عالم آپ کی رسالت اور امامت پر یکساں ایمان رکھتے تھے۔ ہر دور میں مذہبی پیشوائی کے فرائض انجام دینے والے علمائے کرام بھی موجود رہے ہیں۔ مگر انھیں صرف مذہبی پیشوا اور رہنما یعنی عالم و امام ضرور کہا جاتا رہا مگر نبی کریم ﷺ کی امامتِ کبریٰ پر پوری امت متفق تھی بلکہ چوتھی صدی ہجری میں جب تقلید نے اپنے پر و بازو نکالے تو بھی کسی ''امام خاص'' کا تعیُّن نہیں ہوا۔ بہت سے امام بلکہ ہر عالمِ دین کو عزت و احترام سے امام کہا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ امام مدینہ، امام مکہ، امام کوفہ، امام بصرہ، امام شام، امام الحرمین وغیرہ کی تعبیریں سامنے آئیں، مگر یہ سب نبی ﷺ کی امامت کبریٰ کے ماتحت تھیں۔ جب چار قاضی بنائے گئے تو اس وقت امت میں نبی ﷺ ہی کی امامت جاری تھی۔ مگر رفتہ رفتہ نویں صدی کے بعد جب حرم میں چار مصلے چار اماموں کے نام سے بچھا دیئے گئے تو مقلدین کافی دلیر ہو گئے اور نہایت بے باکی کے ساتھ نبی ﷺ کی رسالت سے امامت کو الگ کرنے لگے۔ اب وہ رسول کو محض منصب رسالت سے ہم آہنگ رکھنا کافی سمجھنے لگے اور روزمرہ کے مسائل کے لئے اماموں سے وابستہ ہو گئے۔ اور دن بدن مقلدین کا عقیدہ حدیث پر کمزور پڑتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ حدیث تو چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاتے مگر اپنے خانہ ساز امام کی تقلید کو کسی قیمت پر چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ اپنے امام کی تقلید کو واجب سمجھتے تھے اور حدیث رسول کو محض تبرک۔ جب کہ واجب وہ ہے جو اللہ نے واجب کیا ہو۔ رسول ﷺ نے واجب کیا ہو، اور تقلید تو خانہ ساز ہے، اسے اللہ اور رسول نے واجب نہیں کیا ہے۔

مقلدین کی حدیث رسول ﷺ سے بے اعتنائی اور تقلید پر فریفتگی کا حال آپ مقلدین کی تحریروں میں پڑھ چکے ہیں جو پیچھے گذر چکی ہیں۔ آیئے دیکھیں! موجودہ دور کے علماء کیا کہتے ہیں؟

دیوبندیوں کے مشہور عالم دین مولانا عامر عثمانی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ایک حنفی اصول بیان کرتے ہیں۔

''اس نوع (حدیث رسول ﷺ سے جواب دیں) کا مطالبہ اکثر سائلین کرتے رہتے ہیں۔ یہ دراصل اس قاعدے سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ مقلدین کے لئے حدیث وقرآن کے حوالوں کی ضرورت نہیں بلکہ ائمہ وفقہاء کے فیصلہ اور فتووں کی ضرورت ہے۔ (تجلی ج ۱۹ رش ۱۱،ص ۴۷)

بریلویوں کے مشہور عالم مولانا احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

قاعدہ ۱۳۔ حدیث کا ضعیف ہوجانا غیر مقلدوں کے لئے قیامت ہے کیونکہ ان کے مذہب کا دارومدار ان روایتوں پر ہی ہے۔ روایت ضعیف ہوئی تو ان کا مسئلہ بھی فنا ہوا مگر حنفیوں کے لئے کچھ مضر نہیں کیونکہ حنفیوں کے دلائل یہ روایتیں نہیں، ان کی دلیل صرف قولِ امام ہے۔ (جاء الحق دوم۔۹)

ابتداءً مقلدین نبی ﷺ کی رسالت وامامت دونوں تسلیم کرتے تھے، رفتہ رفتہ جب تقلید ان میں مضبوط ہوگئی تو رسالت کو تو مانتے تھے مگر نبی ﷺ کی امامت سے اعراض کرتے تھے مگر دن بدن تقلید کی جڑیں مضبوط ہوتی گئیں اور اب یہ دور آیا کہ نبی ﷺ کی رسالت اور امامت دونوں کا انکار کیا جارہا ہے۔ جیسا کہ سابقہ تحریریں اس پر شاہد عدل ہیں۔

آج کے دور میں کوئی شخص اگر نبی کریم ﷺ کو اپنا امام کہتا ہے تو مقلدین کی اکثریت اس کا مذاق اڑاتی ہے کیونکہ ایک عرصے سے چاروں اماموں کا نام اور ان کی امامت کا تذکرہ

اتنے زور وشور سے جاری ہے کہ اس کے خلاف کوئی کچھ سننے کو تیار ہی نہیں ہے۔ بلکہ ان خانہ ساز اماموں کو عوام الناس من جانب اللہ سمجھ رہی ہے۔ اس سلسلے میں ''ٹوکیو'' میں پیش آنے والا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ محمد سلطان المعصومی الخجندی المکی سابق مدرس مسجد الحرام مکۃ المکرمۃ کے پاس ایک سوال آیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ دینِ اسلام کی حقیقت کیا ہے؟

۲۔ مذہب کا کیا معنی ہے؟

۳۔ اور کیا یہ ضروری ہے کہ جو شخص مسلمان ہونا چاہے وہ چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کا ضرور پابند ہو؟ یعنی یا تو مالکی مذہب اختیار کرے یا حنفی یا شافعی یا حنبلی وغیرہ۔ یا ایسا کرنا ضروری نہیں ہے؟

اس سوال کی ضرورت کیوں پڑی؟ کچھ روشن خیال جاپانیوں نے ''ٹوکیو'' کی ایک اسلامی جمعیت کے سامنے اسلام قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ کچھ ہندوستانی مسلمانوں نے انھیں حنفی بن جانے پر اصرار کیا، انڈونیشیا اور جاوا کے مسلمان انھیں شافعی بنانے پر بضد ہوئے۔ پھر وہ روشن خیال جاپانی ڈگمگا گئے۔ تذبذب کے شکار ہونے لگے، اور انہوں نے اسلامی مرکز مسجد الحرام کے مدرس کو اپنی صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اور جواب طلب کیا، سوال کرنے والے محمد عبدالحی، قربان علی، اور محسن جاپاک اوغلی۔

اس سوال کے جواب میں شیخِ حرم نے مستقل ایک کتابچہ لکھا: **''ھَلِ المسلم ملتزم باتباع مذھب معین من المذاھب الاربعۃ؟''** جس میں موصوف نے بڑی تفصیل سے مذہب اربعہ کی حقیقت کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ مسلمان ہونے کے لئے چاروں مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ جب مذاہب اربعہ نہ

تھے تب بھی مسلمان تھے۔

موصوف نے قرآن وحدیث اور آثار صحابہ اور سلف صالحین سے ثابت کیا ہے کہ دین میں اصل اتباع ہے تقلید نہیں لیکن بدقسمتی سے مرور زمانہ کے سبب بہت بعد میں آگے چل کر بتدریج قرآن وحدیث کی جگہ لوگوں نے اپنے اپنے ائمہ کے اقوال کو دین کا اصل اور بنیاد قرار دے دیا۔ **فانالله وانااليه راجعون۔**

موصوف کے عربی کتابچے کے دو ترجمے ہوئے ہیں اور دونوں کتابیں [1] بازار میں دستیاب ہیں انھیں خرید کر پڑھیں تاکہ آپ پر حق واضح ہو سکے، اور امام کائنات امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کے مقام ومنصب کو اچھی طرح پہچان سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الأحزاب:۲۱)

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔

لیکن مقلدین کو یہ نمونہ نظر نہیں آتا۔ ان پر اپنے اپنے امام کی تقلید کے واجب ہونے کا نشہ سوار ہے۔

اس المیے کو شاعر یوں بیان کرتا ہے۔

بنایا ہے جو امتی کو نمونہ
سمجھتا نہیں وہ حقیقت نبی کی
بظاہر مقلد بھی پڑھتا ہے کلمہ
نہیں جانتا شان وشوکت نبی کی

مسئلہ یہ ہے کہ مقلدین برابر حدیث رسول کو نظر انداز کرتے یا اسے پس پشت ڈال دیتے ہیں یا اسے ٹھکرا دیتے ہیں۔ اور بڑی جرأت سے اعلان کرتے ہیں کہ ہم پر امام کی تقلید

(۱) مذہبی فرقہ پرستی اور اسلام۔ مختار احمد ندوی رحمہ اللہ (۲) اسلام اور فقہی مکاتب فکر۔ محمد یوسف نعیم

واجب ہے ہم تقلید نہیں چھوڑیں گے، یہ صورتِ حال کب بنی جب تقلید میں پختگی آئی۔ خیر القرون میں ایسا نہیں تھا، چار سو سالوں تک ایسا نہیں تھا محدثین اور مجتہدین کے دور میں ایسا نہیں تھا۔ جب بادشاہوں کے دور میں تقلید کی پذیرائی ہونے لگی تو بتدریج تقلید میں پختگی آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی بجائے امتیوں کے اقوال وآراء کو اہمیت دی جانے لگی اور اصل دین نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تقلیدی مذاہب کے اثرات اس قدر پھیلے کہ امتی کو نمونہ بنالیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام صرف باقی رہ گیا۔ اور سارا کام اماموں کے حوالے ہو گیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا تصور ہی ختم ہو گیا۔

جنوری ۱۹۷۶ء کی بات ہے جب میں کوکن کے ایک گاؤں "سونس، کھیڈ، رتناگری کے مدرسہ "تعلیم القرآن" میں بحیثیت معلم آیا تھا، اہل قریہ شافعی المسلک تھے۔ مجھے شافعی مکتب میں بچوں کو شافعیت پر دستیاب کتابوں سے تعلیم دینی تھی مگر میں اہلِ حدیث تھا جن لوگوں نے میری تقرری کی تھی انھیں بھی پتہ تھا کہ میں اہل حدیث ہوں۔ جب میں نے گاؤں والوں کو بتایا کہ میں اہل حدیث ہوں تو گاؤں والے پوچھنے لگے کہ آپ کا امام کون ہے؟ میں نے کہا: ہمارے امام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، لوگوں نے کہا وہ تو رسول ہیں، امام کون ہے چاروں اماموں میں سے آپ کس کو مانتے ہیں؟ میں نے کہا: میں چاروں کو مانتا ہوں، کسی کو گمراہ نہیں کہتا، اور سب ائمہ بھی میری طرح اہلِ حدیث تھے۔

گاؤں میں میری آمد پر بحث ومباحثے ہونے لگے، کیونکہ ان لوگوں نے کبھی یہ سنا ہی نہیں تھا کہ کچھ مسلمان ایسے بھی ہیں جو چار اماموں کے بجائے اپنا اصلی مطاع وامام محمد رسول اللہ کو مانتے ہیں۔ اور ائمہ کی تقلید سے پہلے ساری دنیا کے مسلمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول اور امام مانتے چلے آئے ہیں۔ اور ایک ایسا طبقہ ہر زمانے میں تسلسل کے ساتھ موجود رہا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ساتھ ان کی امامت پر مصر ہے، اور وہ طبقہ اہل حدیث کا ہے۔

گاؤں کے چند معمر لوگ ایک معمر ترین شخص حسن آدم سروے (شیخا کھوت) کے پاس پہونچے اور کہنے لگے کہ تم نے بھی کچھ سنا ہے؟ جامع مسجد میں جو امام آئے ہیں وہ چاروں اماموں میں سے کسی کو اپنا امام نہیں مانتے ہیں۔ اس شخص نے جواب دینے کے بجائے الٹا ان سے سوال کیا۔ یہ بتاؤ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا امام کون ہے؟ سب ایک دوسرے کا منھ دیکھنے لگے کیونکہ کسی کے پاس بھی اس کا جواب نہ تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نہ حنفی تھے، نہ مالکی، نہ شافعی تھے نہ حنبلی، ہاں اگر امام کی طرف نسبت کر کے ہی جواب دیا جائے تو وہ خالص محمدیؐ تھے۔

اس شخص نے انھیں سمجھایا اور تفصیل سے بتایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۸۰ھ میں امام مالک ۹۳ھ میں، امام شافعی ۱۵۰ھ میں، اور امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں امامت کا کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ سب کے سب نبی ﷺ کی امامت پر متفق تھے۔ نویں صدی میں جب کعبہ میں چار مصلے بچھا کر چار امام بنا دیئے گئے تو اس امامت کے مسئلے نے زور پکڑ لیا جو کچھ سالوں تک چلتا رہا اب تو سعودی حکومت نے چار مصلوں کو نکال کر ایک مصلے کو قائم کر دیا ہے جیسے نویں صدی سے پہلے تھا وہ سب باتیں کر کے چلے آئے۔

چند دنوں کے بعد اس آدمی نے مجھے اپنے گھر بلوایا اور اس نے مجھ سے اس سلسلے میں بات کی تو پتہ چلا کہ آدمی جہاندیدہ اور تجربہ کار ہے۔ پھر میں ہر ہفتے ان سے ملنے جایا کرتا تھا وہ مجھ سے ملکر کافی خوش ہوتے تھے اور دینی باتیں کیا کرتے تھے، میں بھی ان کے عقائد کی اصلاح کی کوشش کرتا، دوسرا ایک طبقہ دانشور نوجوانوں کا تھا، وہ ممبئی گئے اور مولانا شوکت علی نظیر امام جامع مسجد ممبئی سے ملاقات کی اور سوال کیا کہ میرے گاؤں میں ایک اہلِ حدیث عالم آئے ہیں کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے؟

مولانا نے فرمایا: یہی وہ جماعت ہے جو شرک و بدعت سے کوسوں دور ہے، اگر ان کے پیچھے نماز نہ ہوگی تو کس کے پیچھے ہوگی، اور یہ بھی سن لو کہ مکہ اور مدینہ میں اکثریت آج کل اہل حدیث ہی کی ہے۔

جماعتِ اہل حدیث سے اس وقت مولانا کو کوئی عداوت نہ تھی اس لئے انھوں نے جواب دیا اور وہ نوجوان مطمئن ہو گئے۔

پھر رفتہ رفتہ لوگوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے والی جماعت صرف اہل حدیث ہے جس میں شخصیت پرستی کے جراثیم بالکل نہیں پائے جاتے اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور امامت پر "بلا" کم وکاست ایمان رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔

اہل حدیث ہیں ہم بھایا یہ نام ہم کو
سالارِ انبیاء ہیں، کافی امام ہم کو

فرقہ بندی یعنی یہود ونصاری کی تقلید

پچھلی قومیں فرقہ بندی میں گرفتار ہوئیں، شخصیت پرستی اور تقلید آباء واجداد نے ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی انھیں گمراہی کے لپیٹ میں لئے رکھا، اللہ تعالی نے ان کا تذکرہ قرآن مقدس میں کیا ہے، فرقہ بندی کی مذمت بیان کی ہے مسلمانوں کو آپس میں ایک امت بن کر رہنے کا حکم دیا ہے مگر تقلید نے فرقوں کو جنم دیا اتحاد امت کو توڑا، اور امت مسلمہ فرقوں میں بٹ کر کمزور ہو گئی اور آج بھی انھیں مسلسل تقلید اپنا غلام بنائے ہوئے ہے، تقلید کی جہالت میں بدمست عوام وخواص اور مشائخ اپنی آنکھیں کھولنے کے لئے تیار نہیں ہیں، بالکل اندھے بن کے دوسروں کی بے دلیل باتوں کا ایک سرا ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں اور چلے

جا رہے ہیں انھیں پتہ بھی نہیں کہ انھیں کون کہاں لے جا رہا ہے۔

کاش! مسلمانانِ عالم قرآن وحدیث کا گہرائی سے مطالعہ کریں، اور اسے اپنا دستور حیات بنائیں، اور دوسروں کی بے جا تقلید چھوڑ کر راہ اتباع پر آجائیں، ائمہ نے جس کی وصیتیں فرمائی ہیں۔

اللہ تعالی نے اہل ایمان کو خطاب فرمایا ہے اور فرقہ بندی سے روکا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝١٠٢ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ (آل عمران: ۱۰۲-۱۰۳)

اے ایمان والو! اللہ سے اتنا ڈرو، جتنا اس سے ڈرنا چاہیے، اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا، اللہ تعالی کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالی کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمھیں بچا لیا، اللہ تعالی اس طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

پہلی آیت میں اہل ایمان کو تقوی کی وصیت کی گئی دوسری آیت میں اہل ایمان کو اللہ کی رسی کو ملکر پکڑنے پر زور دیا گیا یعنی مسلمانوں کو باہم متحد رہنے کے دو اصول دیے گئے جس پر اتحاد قائم رہ سکتا ہے اس کے بعد " ولا تفرقوا " کہہ کر فرقہ بندی سے روک دیا گیا اس کا

مطلب ہے کہ اگر مذکورہ دونوں اصولوں سے انحراف کروگے تو تمھارے درمیان پھوٹ پڑ جائے گی اور تم الگ الگ فرقوں میں بٹ جاؤ گے۔

جب ہم فرقہ پرستی کی تاریخ دیکھتے ہیں تو فرقہ بندی میں جو چیز نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے وہ ’’اعتصام بالکتاب والسنۃ‘‘ کو پس پشت ڈالنا ہے جب تک ’’اعتصام بالکتاب والسنۃ‘‘ کا رواج مسلمانوں میں رہا، ان میں فرقہ بندی نہیں پیدا ہو سکی، صحابہ کرام اور تابعین وغیرہ کے عہد میں قرآن وحدیث کے فہم اور اس کی توضیح وتعبیر میں کچھ باہم اختلافات تھے، مگر مسلمان فرقوں اور گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے کیونکہ اختلافات کے باوجود سب کا مرکز اطاعت اور محور عقیدت ایک ہی تھا قرآن اور حدیث، لیکن جب شخصیتوں کے نام پر دبستان فکر معرض وجود میں آئے تو اطاعت وعقیدت کے یہ مرکز اور محور تبدیل ہو گئے، اپنی اپنی شخصیات اور ان کے اقوال وافکار اولین حیثیت کے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات ثانوی حیثیت کے حامل قرار پائے اور اسی کے بطن سے امت مسلمہ میں فرقہ بندی کا آغاز ہوا، جو سراسر قرآن کے احکامات کو پس پشت ڈالنے کے مترادف ہے۔

اسی سورت میں ایک آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرقہ بندی کی وجہ دلائل سے بے خبری کے بجائے حق آگاہی کے باوجود دنیاوی مفاد اور نفسانی اغراض کو بتلایا ہے، ملاحظہ فرمائیں ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾﴾ (آل عمران: ۱۰۵)

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا، اور اختلاف کیا ہے انھیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

یہود ونصاریٰ کے باہمی اختلاف اور فرقہ بندی کی وجہ یہ نہ تھی کہ انھیں حق کا پتہ ہی نہیں تھا

اور وہ دلائل سے بے خبر تھے، ایسا ہرگز نہیں تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے سب کچھ جانتے ہوئے محض اپنے دنیاوی مفاد اور نفسانی اغراض کی وجہ سے اختلاف اور تفرقہ کی راہ پکڑی، اور اپنے غلط منہج پر جم گئے تھے، قرآن مجید نے مختلف اسلوب اور پیرائے سے بار بار اس حقیقت کو بے نقاب کیا ہے اور اس سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

مگر افسوس! کہ امت مسلمہ کے تفرقہ بازوں نے بھی ٹھیک وہی روش اختیار کی، حق اور اس کی روشن دلیلیں انھیں خوب اچھی طرح سے معلوم ہیں، مگر وہ اپنی شخصیت پرستی کے خود ساختہ فرقہ بندیوں پر جمے ہوئے ہیں اور اس کے جواز کی خاطر مختلف تاویلات کا سہارا لیتے ہیں اور قول وعمل سے قرآن کی تعلیمات کو نظر انداز کر دیتے ہیں''

اللہ تعالی نے مزید فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمْ وَكَانُواْ شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَآ أَمْرُهُمْ إِلَى ٱللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَفْعَلُونَ ﴾ (الأنعام:١٥٩)

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا، اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں بس ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے پھر ان کو ان کا کیا ہوا بتلا دیں گے۔

اس آیت کریمہ سے کچھ لوگ یہود ونصاری کو مراد لیتے ہیں کچھ مشرکین کو مراد لیتے ہیں، لیکن یہ آیت عام ہے، کفار ومشرکین سمیت وہ سب لوگ اس میں داخل ہیں جو اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے دین یا دوسرے طریقے کو اختیار کر کے تفرق وتحزب کا راستہ اپناتے ہیں

(شیعا) کے معنی ہیں فرقہ اور گروہ۔ اور یہ بات ہر اس قوم پر صادق آتی ہے جو دین کے معاملے میں پہلے مجتمع تھی، لیکن پھر ان کے مختلف افراد نے اپنے کسی بڑے ہی کی رائے کو

مستند اور حرف آخر قرار دے دیا اور اپنا مسلک الگ کر لیا، چاہے اس کا مسلک حق وصواب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح فرقے وجود میں آئے ہیں اور شخصیات سے بے جا عقیدتیں اسے مزید پروان چڑھاتی ہیں قرآن نے اس کی مذمت کی ہے اور بتایا ہے یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے اور نہ ہی ان کا واسطہ وتعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جڑا ہوا ہے۔

فرقہ بندی اور شخصیت پرستی کی مذمت میں قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں جن میں سے میں نے صرف چند آیتیں لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔

اب فرقہ بندی کی مذمت میں ایک حدیث رسول بھی حاضر خدمت ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ صرف اور صرف ایک ہی گروہ ہدایت یافتہ اور ناجی ہوگا بقیہ تمام فرقے گمراہ اور جہنمی ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "البتہ میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا جس طرح جوتا جوتے کے برابر ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت کے کچھ (بدنصیب) لوگ بھی ایسا کریں گے، اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی ایک کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے صحابہ کرام نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ (نجات پانے والی) کونسی جماعت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میرے اور میرے اصحاب کے طریق پر ہوگی۔ ترمذی ۲۶۴۱)

اس حدیث میں "کلھم فی النار" کہہ کر تمام فرقوں کو جہنم کی وارننگ دی گئی ہے اور " ماانا علیه واصحابی " پر چلنے کی تلقین کی گئی ہے، یہود فرقہ بندی کی وجہ سے تباہ ہوئے امت محمدیہ کے لئے تذکیر وتربیت کا درس ہے اور یہ پیشین گوئی بھی ہے کہ یہ امت افتراق کا

شکار ہوگی، مگر فرقہ ناجی، طائفہ منصورہ، اور منہج صحابہ کے پیرو ہر دور میں موجود رہیں گے "ماانا علیہ واصحابی" کی روش پر قائم رہتے ہوئے وہ فرقہ بندی سے کوسوں دور ہوں گے وہ شخصیت پرستی کے سحر میں گرفتار نہیں ہوں گے۔ جب امت کا اتحاد پارہ پارہ ہوجائے گا توبھی وہ" ماانا علیہ واصحابی" کی روش سے سرمو بھی آگے پیچھے نہ ہوگا۔

قرآنی آیات اور احادیث سے فرقہ بندی کی مذمت ثابت ہے اس کے باوجود حاملین قرآن وحدیث کا مختلف فرقوں میں اپنے آپ کو بانٹ لینا قابل افسوس کارنامہ اور دردناک المیہ ہے کاش مسلمانان عالم فرقہ بندی کی خطرناکی کو سمجھتے۔ جس کی ترجمانی شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس طرح کی ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

اجتہاد ہر دور کی ناگزیر ضرورت ہے

تاریخ فقہ اسلامی یا فقہی مسالک کا ارتقاء لکھنے والے حضرات نے فقہ کو چھ (۶) مراحل میں تقسیم کیا ہے اور ہر دور کی وضاحت فرمائی ہے

۱۔ پہلا مرحلہ یعنی فقہ کی بنیاد ۲۔ دوسرا مرحلہ فقہ کا قیام ۳۔ تیسرا مرحلہ فقہ کی تعمیر

وتشکیل ۴۔ چوتھا مرحلہ فقہ کا فروغ وعروج ۵۔ پانچواں مرحلہ فقہ کا استحکام ۶۔ چھٹا مرحلہ جمودوزوال یا تقلید محض۔

چار مرحلے تیسری صدی کے آخر تک ختم ہوجاتے ہیں اور پانچواں مرحلہ چوتھی صدی کی ابتداء سے زوال سلطنت عباسیہ تک ہے۔

یہ خاص خاص مذاہب کی پابندی اوران کی تائید اور باہم جدل ومناظرہ کا دور ہے، اس مرحلہ کے تحت ۹۵۰ء سے ۱۳۸۵ء تک کا دورآتا ہے، فقہاء کی اصطلاح میں چھٹا دور تقلید محض یا جمودوزوال کا دور ہے، جو تقریبا چھ صدیوں پر محیط ہے ۱۲۸۵ء سقوط بغداد اور آخری خلیفہ ''المعتصم'' کے قتل سے شروع ہوکر انیسویں صدی کے وسط پر ختم ہوتا ہے اسی دور میں خلافت عثمانیہ کا وجود اور عروج بھی ہوا جو اس کے بانی اول عثمان نے ۱۲۹۹ء میں قائم کی پھر مغربی استعمار کی جارحیت نے اسے ختم کردیا۔

اس دور کے علماء نے اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کردیا، اور باقاعدہ ایک فتوی جاری کیا جس کا مقصد اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کردینا تھا اس بارے میں ان کی دلیل یہ تھی کہ ائمہ نے تمام امکانی مسائل پر غور کرکے ان کا حل تجویز کردیا ہے اور اب کسی مزید اجتہاد کی ضرورت نہیں (الشریعة الاسلامیه ،از:محمد حسین الذهبی ص ۱۲ مطبوعہ مصر بحوالہ تاریخ المذاهب الاربعه۱۰۶)

اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو، اس نظریہ کے حامی علماء یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ یہ اصول کب بنا؟ اجتہاد کا دروازہ بند کرنے کے لئے اجماع کب ہوا؟ کہاں ہوا؟ قرآن کریم اور کسی بھی صحیح حدیث سے یہ امر ثابت نہیں ہے کہ اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوچکا ہے۔

اجتہاد پر تو خود نبی اکرم ﷺ کا عمل تھا ہاں یہ بات اور ہے کہ کبھی کبھی آپ کا اجتہاد بھی

صحیح نہیں ہوتا تھا اور اللہ تعالی اس مسئلے میں آپ کی رہنمائی فرماتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے رجوع کر لیتے تھے صحابہ کرام میں جو ذی علم تھے خلفائے راشدین تھے وہ سب اجتہاد سے کام لیتے تھے اور اگر اجتہاد کے خلاف کوئی حدیث نکل آئی تو اپنی بات واپس لینے میں دیری نہیں کرتے تھے۔

اس طرح ہر دور میں مجتہدین پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ ہر زمانے میں اور دنیا کے مختلف خطوں میں نئے نئے مسائل جنم لیتے رہتے ہیں اور آئندہ بھی مسائل پیش آئیں گے، ان مسائل میں امت کی رہنمائی علماء دین ہی کریں گے اس طرح ہر دور کو مجتہدین کی ضرورت ہے۔

اجتہاد تقلید سے قطعی مختلف ہے اور تقلید کے مقابلے میں مشکل ترین بھی، لیکن جب اجتہاد کے دروازے بند کر دئے جانے کا فتوی دور تقلید محض میں سامنے آیا تو مسلکی علماء کے خوف سے بہت سے علماء متبحرین گھبرا گئے اور انھیں یہ خوف دامن گیر ہوا کہ اگر انھوں نے بحیثیت مجتہد کچھ خاص مسئلوں میں اجتہاد سے کام لیا اور اس پر کسی ناقد نے اعتراض کر دیا تو وہ پریشانی اور لوگوں کی ایذاء رسانی سے محفوظ نہ رہ سکیں گے۔ انہیں خدشات کے پیش نظر کہیں سے کوئی آواز اجتہاد کے دروازے کو کھولنے کے لئے بلند نہ ہوئی مگر اس دور انحطاط یعنی تقلید محض میں بھی ایسے مصلحین اور علماء پیدا ہوئے جنھوں نے تقلید کی جم کر مخالفت کی اور اجتہاد کے پرچم کو بلند کرنے کا حوصلہ کیا، ان مصلحین نے امت کو اسلام کے اصل سرچشمے کی طرف لوٹنے اور دیگر تمام ماخذ کے مقابلے میں اسلام کے بنیادی مآخذ سے استفادہ کرنے کی تلقین فرمائی۔

دور تقلید محض کے سب سے بڑے ناقد اور مصلح کی شکل میں اللہ تعالی نے احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۱۳۲۸-۱۲۶۲) کا انتخاب کیا، جب انھوں نے جمود اور تقلید محض کے خلاف آواز

بلند کی تو انھیں اس دور کے متعدد ہم عصر علماء نے مرتد قرار دے کر حکام کو اکسایا، اور وہ متعدد بار قید کئے گئے، وہ اپنے عہد کے عظیم ترین عالم تھے، ابن تیمیہ کے تلامذہ بھی اپنے عہد کے عظیم علماء میں سے تھے انھوں نے اجتہاد اور دین کے اصل ماخذ کی طرف رجعت کا پرچم بلند کیا، جو ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اٹھایا تھا، اور پھر اسے آئندہ نسلوں تک پہنچایا، ان میں ''ابن القیم'' رحمہ اللہ کا نام زیادہ نمایاں ہے، الذھبی اور ابن کثیر بھی ان کے تلامذہ میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔

باب ''اجتہاد'' پر پڑا قفل ٹوٹا اور لوگ اجتہاد کی ضرورت اور اس کی افادیت محسوس کرنے لگے کچھ عرصے بعد محمد ابن علی الشوکانی (۱۸۳۵۔۱۷۵۷) پیدا ہوئے جو ایک عظیم مصلح تھے زیدی فقہ کا مطالعہ کیا یہاں تک ان کا شمار ممتاز علماء میں ہونے لگا پھر احادیث کا دقت نظری سے مطالعہ کیا اور اپنے عہد کے عظیم محدث تسلیم کر لئے گئے، مزید مطالعہ کے بعد انھوں نے اپنے آپ کو مسلکی بندشوں سے آزاد کر لیا اور اجتہاد بھی آزادانہ بروئے کار لانے لگے اور انھوں نے مختلف فنون میں بہت ساری کتابیں تصنیف فرمائیں اور انھوں نے دلائل کی روشنی میں تقلید کو حرام قرار دیا چنانچہ انھیں اپنے ہم عصر علماء کے عتاب کا نشانہ بننا پڑا۔

ایک اور نامور مصلح اور عالم دین احمد بن عبدالرحیم (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) (۱۷۶۲۔۱۷۰۳) بھی گزرے ہیں جو برصغیر ہندوستان میں پیدا ہوئے جہاں تقلید کا رنگ سب سے زیادہ غالب تھا لیکن تمام متداول اسلامی علوم کے حصول کے بعد انھوں نے اجتہاد کو پھر سے شروع کرنے اور مسلکی اتحاد کی تلقین کی اور حدیث کے مطالعہ کو تقویت عطا کی اگر چہ وہ اس حد تک نہیں گئے کہ عصری مسلکی مکاتب کو مسترد کر دیں تاہم انھوں نے یہ تعلیم دی کہ ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس فقہی مسلک سے تعلق رکھتا ہو اس کے برخلاف کوئی فیصلہ کرے جب کہ اس پر یہ واضح ہو جائے کہ حدیث اس کے موقف (فیصلہ کی تائید) کرتی ہے۔

اسی کے بعد ایک اور نامور مصلح علامہ جمال الدین افغانی (۱۸۳۹ء ۱۸۹۷ء) نے پورے عالم اسلام میں طولانی سفر کر کے امت کی اصلاح کی تلقین کی ، انھوں نے ہندوستان، مکہ اور قسطنطنیہ کا سفر کیا اور آخر میں ''مصر'' میں مقیم ہوئے آزادانہ سیاسی مذہب اور سائنسی افکار کے فروغ پر زور دیا اور تقلید کو مسترد کر دیا، اور حکمراں طبقہ میں بدعنوانیوں کی مذمت کی۔

ابن تیمیہ اور افغانی کے افکار سے متاثر ہو کر محمد عبدہ نے اجتہاد کا پرچم بلند کیا اور رفتہ رفتہ بتدریج فقہی جمود ختم ہونے لگا اور دور تقلید محض میں بھی اجتہاد کے مخالفین خود اجتہاد کرنے پر اتر آئے۔

چار مصلے جو خانہ کعبہ میں مقرر کئے گئے تھے اسے سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود (نور اللہ مرقدہ) نے ۱۳۴۳ھ میں نکال دیا اور جس طرح چار سے پہلے صرف ایک مصلی ہوا کرتا تھا اسی طرح اس مصلے پر اب نماز ہوتی ہے اس سے بھی تقلید کا جمود ٹوٹا ہے اور اب مسلمان تقلید کے نقصانات کو محسوس کرنے لگے اور رفتہ رفتہ تقلید کا سحر ٹوٹ رہا ہے اور لوگ تقلید کے حصار سے نکل کر شاہراہ تحقیق پر آرہے ہیں اور اگر آپ مزید غور کریں تو سمجھ میں آئے گا کہ پہلے کی بنسبت اجتہاد آج کے دور میں اور آسان ہو گیا ہے زمانہ جیسے جیسے گزرتا گیا فراہمی کتب اور دیگر ذرائع نے اسے مزید آسان کر دیا ہے۔

ابوشامہ دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''پہلے زمانے کے علماء اس حدیث کو چھوڑنے میں جس پر وہ واقف نہ ہوئے معذور تھے کیونکہ احادیث اس زمانے میں مدون نہ تھیں بلکہ علماء کی زبان سے حاصل کی جاتی تھیں، اور علماء شہروں میں منتشر تھے اور اب اللہ کا شکر ہے کہ یہ عذر احادیث کے جمع ہو جانے کی وجہ سے جو کہ کتابوں میں جمع ہو گئیں، جاتا رہا کہ محدثین نے (نہ صرف ان کو جمع کر دیا بلکہ) ان کے علیحدہ علیحدہ باب مقرر کئے اور ان کی الگ الگ

قسمیں کیں اور ان تک پہنچنے کا راستہ آسان کر دیا، اور فقط یہی نہیں بلکہ بہت سی احادیث کا شرح وار صحت وضعف بھی بیان کر دیا، اور ان کے راویوں کی عدالت میں جو مجروح تھے ان کی جرح میں اور احادیث معلولہ کی علت میں گفتگو کی، غرض یہ کہ انھوں نے کسی طالب کے لئے کوئی عذر باقی نہ چھوڑا، اور قرآن کی تفسیر کی، اور قرآن وحدیث کے مشکل لفظوں اور ان کی فقہ مسائل متخرجہ میں اور جو جو امور ان سے متعلق تھے سب کے بارے میں بڑی بڑی اور متعدد تصنیفوں میں بحثیں کیں، پس سمجھدار اور ذہین سچی طالب والے کے لئے سامان سب تیار ہے اسی طرح لغت اور فن عربیت کو ان کے جاننے والوں نے تحریر و تحقیق کر دیا۔

پس کتب معتمدہ کو جمع کرنے اور ان کے دیکھنے کے بعد جبکہ آدمی کو فہم اور حافظہ اور معرفت زبان عربی کی ہو، درجہ اجتہاد تک پہنچنا پہلے زمانے کی بنسبت سہل تر ہے'' (الارشاد الی سبیل الرشاد ص ۳۳۳)

اجتہاد کے دروازے کو بند کر دینے کی سازش محض تقلید کے فروغ کے لئے تھی اسی لئے اس کا نام بھی دور تقلید محض رکھا گیا تھا مگر قرآن وحدیث سے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے بتدریج اجتہاد کے فروغ کی کوششیں ہوتی رہیں، اور بعد کے پیش آمدہ واقعات ومسائل نے علماء کو اجتہاد کی طرف راغب کیا، خانہ کعبہ میں پانچ سو سال سے زائد عرصے تک ''وارکعوا مع الراکعین'' کا حقیقی منظر غائب تھا اور اسلام کا مرکز عقیدت غیروں کی سازش کے نرغے میں آچکا تھا اللہ کا شکر ہے کہ اب کعبۃ اللہ سے اسلامی اتحاد کا پیغام عام ہو رہا ہے، پوری دنیا میں لوگ اجتہاد کو گلے لگا رہے ہیں کیونکہ اجتہاد ہر دور کی ایک ناگزیر ضرورت ہے اور آج کے زمانے میں پچھلے علماء کی تحقیقات کی روشنی میں اجتہاد آسان اور سہل تر ہو چکا ہے۔

ہندوستان میں انگریز کے اقتدار سے پہلے بھی اہل حدیث موجود تھے

ہمارے بہت سے سادہ لوح مقلد بھائی اہل حدیث کو ایک نیا فرقہ گردانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انگریزوں کے دور اقتدار سے پہلے ہندوستان میں اہل حدیث بالکل نہیں تھے، بلکہ انھیں انگریزوں نے پیدا کیا ہے اس قسم کی افواہیں عوام وخواص میں رائج ہیں اور کچھ لوگ اسے بلا کسی ثبوت کے اپنی کتابوں میں لکھا کرتے ہیں دنیائے عرب میں تو اہل حدیث ابتدائے اسلام ہی سے موجود ہیں اسے مانتے ہیں مگر ہندوستان میں ان کے وجود کو نیا بتلاتے ہیں۔

آیئے دیکھیں ہندوستان میں اہل حدیث کب آئے؟ اور انگریز ہندوستان میں کب آئے؟

امام ذھبی رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ اپنے شاگردوں کو فرمایا کرتے تھے ''انتم خلوفنا واهلُ الحديث بعدنا'' (تذکرۃ الحفاظ ج ۱/ ۹۵)

صحابہ کرام پھر تابعین اور تبع تابعین سب کے سب اہل حدیث تھے، جس کی شہادتیں گزر چکی ہیں، اور ہندوستان میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا تاریخی حوالوں سے آنا ثابت ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں (برصغیر میں اہل حدیث کی آمد)

۱۵ھ سے ۲۳۰ھ تک جتنے، وفود، قافلے، فوجی، بحری بیڑے، اور لشکر برصغیر میں آئے وہ سب کے سب اہل حدیث تھے کیونکہ اس قت تک امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور امامت ساتھ ساتھ چل رہی تھی، آپ غور کریں صحابہ کرام کا کوئی مذہبی پیشوا (امام) کوئی امتی نہیں تھا۔ یہی حال تابعین اور تبع تابعین کا ہے بلکہ چوتھی صدی ہجری تک جو ائمہ مجتہدین

تھے وہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور امام دونوں تسلیم کرتے تھے، اسی لئے مسائل میں اختلافات کے باوجود ان میں کوئی گروہ بندی نہیں ہوئی وہ سارے حاملین کتاب وسنت تھے یعنی اہل الحدیث تھے۔

۹۴ھ میں محمد بن قاسم سندھ آئے، وہ اہل حدیث کے عظیم مبلغ تھے پورے سندھ میں قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہونے لگیں یہاں تک کہ چوتھی صدی میں وہاں اہل حدیث کی اکثریت ہوگئی، چنانچہ علامہ مقدسی ۳۷۵ھ میں سندھ کی سیاحت کی تھی وہ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کی اکثریت اہل حدیث افراد پر مشتمل ہے، بعض مقامی آبادیوں میں حنفی بھی موجود ہیں لیکن شافعی، مالکی، حنبلی یا اور نقطہ نظر رکھنے والے مسلمانوں کا کہیں وجود نہیں، منصورہ علم اور علماء کا بڑا قدردان ہے اس لئے کہ اہل حدیثوں کی اکثریت ہے اور اسی وجہ سے علم حدیث کو یہاں بہت فروغ حاصل ہے (الانساب مقدسی (۴۸۰۔۴۷۹)

ڈاکٹر عبدالحمید سندھی نے روزنامہ جنگ کراچی ۲۷/ اکتوبر سنہ ۱۹۸۲ کے ایڈیشن میں لکھا:

سندھ میں قدیم زمانے سے علمائے اہل حدیث چلے آرہے ہیں اور اس میں انھوں نے اٹھارہ بیس علماء کا نام ذکر کیا ہے، سندھی علماء کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ علامہ محمد حیات سندھی ۱۱۶۳ھ کے سامنے شیخ محمد بن عبدالوہاب المتوفی ۱۲۰۶ھ اور امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۰ھ نے زانوئے تلمذ تہہ کئے (تحریک اہل حدیث ص ۱۳۸)

مولانا غلام رسول مہر تاریخ سندھ جلد دوم ص ۱۲۴ میں رقمطراز ہیں:

۹۴ھ تک پورے سندھ میں اسلام غالب ہو چکا تھا، سندھ میں اسلام کی آمد ہی مسلک اہل حدیث کے (برصغیر) آغاز کا نام ہے، اور سندھ میں مسلک اہل حدیث کا دور دورہ ہوگیا، علامہ خلف بن سالم سندھی تیسری صدی ہجری کے مشہور حافظ حدیث تھے سندھ کے رہنے والے تھے، آل محب ان کو سندھ سے عراق لائے اور یہ کوفہ میں مقیم ہو گئے حدیث کے ذہین اور شوقین طالب علم تھے، انھوں نے حجاز، شام، اور عراق کے تمام علمی ذخائر چھان

مارے (فقہائے ہند ج ا ص ۸۸)

جنوبی ہندوستان میں بھی فکر اہل حدیث ہی کی پیش قدمی ہوئی، ۱۵ھ سے قرآن وحدیث کی خالص تعلیمات سے یہ علاقہ منور ہو چکا تھا، برصغیر کی جنوبی درسگاہوں میں عرب وفود وغیرہ کی آمد کا بکثرت ثبوت ملتا ہے، مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

فلسفہ تاریخ اسلام کا یہ نقطہ نظر ہے کہ جن ملکوں میں اسلام عربوں کے ذریعہ پہنچا، وہاں حدیث کا علم بھی اسلام کے ساتھ پھلا اور پھولا کہ اس کو عربوں کے مزاج اور ان کی قوت حافظہ، ان کی عملیت، حقیقت پسندی اور ذات نبوی سے گہری وابستگی سے خاص مناسبت تھی وہ جہاں بھی گئے اپنے ساتھ علم حدیث بھی ہمراہ لیتے گئے اور ان کی قیادت کے دور تک اثر ونفوذ کے حلقہ میں اضافہ ہوتا گیا اس کے ساتھ اعتناء کیا گیا اور اس کے درس اور اس کے مختلف پہلوؤں پر تصنیف وتالیف کا سلسلہ پوری سرگرمی سے جاری رہا۔ یمن، حضر موت، مصر وشام، عراق، شمالی افریقہ، اور اندلس (اسپین) جیسے ملکوں کا یہی حال ہے خود ہندوستان میں صوبہ گجرات اس کی ایک مثال ہے جس نے شیخ علی متقی برہانپوری المتوفی ۹۷۵ھ صاحب کنز العمال اور شیخ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۶۸ھ صاحب ''مجمع بحار الانوار'' جیسے بلند پایہ محدث پیدا کئے (تاریخ دعوت وعزیمت ۵/۱۸۶)

مولانا ندوی رحمہ اللہ نے تاریخ دعوت وعزیمت میں بڑی تفصیل سے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ہندوستان میں مسلک اہل حدیث شروع ہی سے موجود ہے اور بہت سارے محدثین نے علم حدیث میں اپنا نام روشن کیا ہے۔

اب آیئے دیکھیں کہ ہندوستان میں انگریز کب آئے؟

شاہجہاں کے عہد حکومت میں انگریز تاجر کا بھیس بدل کر جنوبی ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں لنگر انداز ہوئے، اور اپنی تجارتی کمپنی کو ''ایسٹ انڈیا'' کا نام دے کر سیاسی مہمات کا آغاز کیا، اتفاق سے شاہ جہاں بیمار ہوا تو انگریز معالج سے شفایابی ملی، تو اس کے

صلہ میں کمپنی کوشہروں میں تجارتی کوٹھیاں بنانے کی اجازت دے دی گئی ،انگریز کو یہاں قدم جمانے کے لئے یہ خشت اوّل ثابت ہوئی۔

اسی طرح انگریز کی سازش شروع ہوئی ،پھوٹ ڈالوحکومت کرو،کے فارمولے پرعمل شروع ہوا ،مسلمان صوبیداروں اور ہندوراجاؤں کو آپس میں لڑانا شروع کیا ،چنانچہ ۱۷۵۷ء میں پلاسی میں انگریزاورنواب سراج الدولہ کی فوجوں کا آمنا سامنا ہوا ،انگریز نے مسلمانوں میں غدار پیدا کئے ،میر جعفر کی وجہ سے سراج الدولہ کوشکست ہوئی ،اسے شہید کردیا گیا ،۱۷۹۹ء میں میر صادق کی غداریوں سے سلطان ٹیپو کو جام شہادت نوش کرنا پڑا ،جنوبی اورمشرقی ہند پر مکمل طور سے انگریز قابض ہوگئے ،مگرتحریک آزادی کی مشعل لئے سید احمد اور شاہ اسمٰعیل آگے بڑھے ،اور ۱۸۳۱ء میں شہید کردئے گئے ۱۸۵۷ء میں عام بغاوت ہوئی جسے انگریزوں نے بزورطاقت دبایا لوگوں کو مارا کاٹا سولیوں پر چڑھایا ،اور کالے پانی کی سزائیں دیں ،مگر ہندو،مسلم ،سکھ ،عیسائی اتحاد نے بالآخر انھیں ۱۹۴۷ء میں ملک چھوڑنے پر مجبور کردیا اس طرح ہندوستان پر کم وبیش دوسوسال تک انگریز قابض رہے اب تاریخ کے حوالوں سے آپ موازنہ کریں کہ ہندوستان میں اہل حدیث کب آئے ،پنپے اور مستحکم ہوئے اورانگریز کب آئے اور گئے؟

یہ دعوی کرنا یا افواہ پھیلانا ہی بے بنیاد ہے کہ انگریز کے دور میں اہل حدیث پیدا ہوئے ،بات صرف اتنی ہے کہ انگریز ہمیں وہابی کہہ کر بدنام کرتے تھے تو ہم نے اپنے نام کی تصحیح ضروران سے کروائی ہے۔ایک حنفی عالم دین لکھتے ہیں۔

ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کے علماء بھی بڑی اہمیت کے حامل رہے ہیں ،اور خصوصا ہندوستان کی شرعی حیثیت کے بارے میں ان علماء اسلام کی آراء اس لئے اور بھی لائق توجہ ہیں کہ اس جماعت ہی نے سب سے زیادہ سرگرمی اور جوش کے ساتھ حضرت سید احمد شہید کے زیر قیادت انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے میں حصہ لیا تھا ،اور اسی بنیاد پر

انگریز انھیں بدنام کرنے کی غرض سے وہابی کہتے تھے (برہان دہلی اگست ۱۹۶۶ء ص ۵)

ملک کے یہ اندرونی حالات تھے کہ اہل حدیثوں پر وہابی کا لیبل لگا کران پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا ایسے نازک وقت اور حالات میں مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے ۱۸۸٦ء میں حکومت میں ایک درخواست دی، اوراس میں لکھا کہ: درخواست کنندگان خودکو پہلے سے اہل حدیث کہتے تھے اور وہ اسی نام سے پکارا جانا پسند کرتے ہیں اس کی تفصیلات مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی دسمبر ۱۹۳۳ء میں ہیں جو انگریزی اخبار انگلش میں کلکتہ ۴۴ مطبوعہ ۲۲ فروری ۱۸۸۷ء سے نقل کردہ ہے (تاریخ اہل حدیث اول ۷۹)

یہ وہ کہانی ہے جسے مقلدین بہت زیادہ اچھالتے ہیں کہ اہل حدیث کا نام انگریز کا الاٹ کردہ ہے جبکہ یہ محض ایک فراڈ ہے، ہمیں غلط نام سے پکارا جاتا تھا تو ہم نے اپنا نام صحیح کروایا ہے اور یہ کوئی جرم نہیں ہے۔

نام کی تصحیح بھی ہے جرم؟ تو مجرم ہیں ہم

اے خوشا! کہ آپ واقف ہیں ہمارے نام سے

انگریزوں کی آمد سے پہلے بھی اہل حدیث موجود تھے اور انگریزوں کے خلاف جہاد بھی اہل حدیثوں نے ہی کیا ہے، شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے بعد علماء صادق پور آگے آئے وہ بھی اہل حدیث ہی تھے، انگریز کی ریشہ دوانیاں ۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ کی شہادت سے بڑھ گئیں تھیں اس سے کچھ اور پہلے کے اہل حدیث عالموں کا نام دیکھئے۔

۱۔شیخ محمد بن فاخر بن محمد یحیٰ بن محمد امین العباسی السلفی الہ آبادی رحمہ اللہ المتوفی ۱۷۵۱ء

۲۔شیخ محمد حیات بن ابراہیم السندھی المدنی رحمہ اللہ المتوفی ۱۷۵۰ء

۳۔ابوالحسن محمد بن عبدالہادی السندھی الکبیر رحمہ اللہ المتوفی ۱۷۲۹ء

کوکن کے مشہور عالم دین عبدالمنعم نظیر جو کہ بیسوں سال سے اہل حدیث کو انگریزوں کی پیداوار باور کراتے چلے آرہے ہیں، اوران کی سابقہ کتابوں میں یہ دعویٰ موجود ہے، مگر

دو سال پہلے نہ جانے کیسے ان کے قلم سے حق اور سچ بات نکل آئی لکھتے ہیں:

اصل اہل حدیث جو انگریزوں کی ہندوستان میں آمد سے پہلے ہندوستان میں موجود تھے جیسے عبدالخالق صاحب، مولانا غزنوی صاحب، مولانا عبدالواحد صاحب، مولانا ابرہیم سیالکوٹی صاحب، یہ حضرات متشدد نہیں تھے (ایک مکتوب یوسف داروگے کے نام مطبوعہ: ۱۵)

عبدالمنعم نظیر صاحب نے یہ تو تسلیم کرلیا کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے بھی ہندوستان میں اہل حدیث موجود تھے یعنی مقلدین اہل حدیث کو نوزائیدہ۔ انگریز کی پیداوار، ملکہ وکٹوریہ کی اولاد اور نہ جانے کیا کیا ہفوات تراشتے رہتے ہیں وہ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔

الحمدللہ ہم اہل حدیث ہندوستان میں ۱۵ھ سے موجود ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک رہیں گے وہ فرقے جو انگریز کے دور میں پیدا ہوئے انہیں آپ بآسانی سمجھ سکتے ہیں ان کے جو بانی ہیں ان کی تاریخ وفات دیکھ لیں۔

۱۔ فرقہ دیوبندیہ کا آغاز ۱۸۶۷ء میں مدرسہ دیوبند کی تاسیس سے ہوا جو انگریز کا دور ہے۔

۲۔ فرقہ بریلویہ کے بانی احمد رضا خان جون ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے یہ بھی انگریز کا دور ہے۔

۳۔ تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس المتوفی ۱۳۶۳ھ نے قائم کیا، جو انگریز کا دور ہے۔

۴۔ مولانا ابوالاعلی مودودی نے ۱۹۴۳ء میں جماعت اسلامی کو قائم کیا، یہ بھی انگریز کا دور ہے۔

ایک اہم سوال اور اس کے بیس جوابات

آج کل کتنے ہی لوگ ملتے ہیں جو شکل وصورت وضع قطع سے مسلمان بالکل نہیں لگتے کبھی سفر میں بسوں اور ریل گاڑیوں میں ہم سفر اور ہم نشین بھی ہو جاتے ہیں نام پوچھنے پر پتہ چلتا ہے کہ وہ محمد علی ہیں، عبدالرحمن ہیں، اشفاق یا عرفان وغیرہ۔

نام سے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ بھائی صاحب مسلمان ہیں مگر دوسرے مسلمان کو اطمنان نہیں ہوتا، پھر پوچھتا ہے بھئی آپ کون سے مسلمان ہیں تو اسے کبھی فخریہ اور کبھی شرما کر کہنا

پڑتا ہے کہ ہم دیوبندی ہیں ہم بریلوی ہیں ہم تبلیغی ہیں یا جماعت اسلامی کی تحریک سے وابستہ ہیں۔

ہم سے جب کوئی پوچھتا ہے تو ہم صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم اہل حدیث ہیں سننے والا کبھی خوش ہوتا ہے کبھی خاموش رہتا ہے کبھی آستینیں چڑھانے کی کوشش کرتا ہے ہندوستان میں جنوبی علاقے میں کچھ شوافع بھی پائے جاتے ہیں جبکہ سارے ملک میں احناف پھیلے ہوئے ہیں، اوپر ذکر کردہ چاروں فرقے حنفی مسلک کے ذیلی فرقے ہیں اور سب ایک دوسرے کے خلاف اور ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔

چونکہ ہم اہل حدیث تقلید سے کوسوں دور ہیں اور نبی ﷺ کو اپنا رسول اور امام دونوں مانتے ہیں فرقہ بندی اور دینی بٹوارے کے قائل نہیں ہیں اور ہر زمانے میں ہماری تعداد کم رہی ہے اس لئے اکثر لوگ سوال کرتے ہیں آپ اہل حدیث کیوں ہیں؟ سو عرض ہے!

۱۔ہم اس لئے اہل حدیث ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَأَنزَلَ ٱللَّهُ عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ﴾ (النساء:۱۱۳)

اور فرمایا ﴿ٱتَّبِعُواْ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُمۡ﴾ (الاعراف:۳)

اللہ تعالی کی نازل کردہ وحی جلی اور وحی خفی دونوں پر عمل کرتے ہیں اور دونوں کو حدیث کا نام دیا گیا ہے۔

۲۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ نبی ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان پر عمل پیرا ہیں "ترکتُ فِیکُم امرَینِ لن تَضِلُّوا ما تَمَسَّکتُم بِھما کتاب اللہ وسنۃ نبیہ" الموطا ۱۶۰۱)

۳۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ ہمارا عمل اور ہماری دعوت اتباع کتاب وسنت کی ہے اور ہم صرف دو ہی اطاعتوں (یعنی اللہ اور رسول کی) کو مستقل ماخذ و مصدر مانتے ہیں۔

۴۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ حدیث اور احسن الحدیث پر ہمارا عمل ہے اقوال

وآراء کو ہم حدیث کے بالمقابل کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

۵۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ ہم نصوص اور دلائل کی پیروی کرتے ہیں شخصیات اور ان کے اقوال کو اہمیت نہیں دیتے۔

٦۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ صحابہ کرام بھی اپنے آپ کو اور اپنے شاگردوں کو اہل حدیث کہا کرتے تھے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''انتم خلوفنا واھلُ الحدیث بعدنا''

تم ہمارے بعد ہمارے جانشین اور اہل الحدیث ہو،سارے صحابہ وصحابیات کا اہل حدیث ہونا مقلدین کو بھی مسلم ہے۔

٧۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ صحابہ کرام ہندوستان میں یہی مسلک لے کر آئے تھے اور جہاں بھی گئے قرآن وحدیث ہی لے کر گئے

٨۔تابعین، تبع تابعین،محدثین اور ائمہ مجتہدین سب کے سب اہل حدیث تھے ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ نے دور تقلید سے پہلے کا حال بیان کر کے اہل حدیث کے اصولوں کی تائید کی ہے ہم بھی انھیں اصولوں پر کاربند ہیں اس لئے ہم اہل حدیث ہیں

٩۔صحابہ کرام کے مقبوضہ اور مفتوحہ علاقوں میں مسلک اہل حدیث کا فروغ ہوا،جو صحابہ کے اہل حدیث ہونے کی ایک اور شہادت ہے اس وجہ سے بھی ہم مختلف ملکوں میں آج بھی الحمدللہ اہل حدیث ہیں اور منہج صحابہ پر گامزن ہیں

١٠۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جسے خیر القرون کہا تھا اس کی میعاد ٢٢٠ھ پر ختم ہوئی اس ادوار ثلاثہ میں صرف اور صرف اہل حدیث تھے دیگر مسلکوں کا کوئی اتا پتا نہ تھا۔

١١۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ ہم طائفہ منصورہ ہیں جسے ''لاتزال'' کہہ کر بتادیا گیا ہے کہ وہ آغاز اسلام سے قیامت تک مسلسل موجود رہے گی،اہل حدیث کے سوا کسی بھی

جماعت کو یہ امتیاز حاصل نہیں ہے کیونکہ اور فرقے یا گروہ بعد میں پیدا ہوئے، آغاز اسلام میں ان کا نام ونشان تک نہیں ہے۔

۱۲۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ طائفہ منصورہ سے ائمہ ومحدثین نے اہل حدیث ہی کو مراد لیا ہے، بقیہ کا انکار کیا ہے۔

۱۳۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ بڑے بڑے علمائے اسلام خصوصاً ائمہ اربعہ،نعمان بن ثابت، محمد بن ادریس، مالک بن انس، احمد بن حنبل رحمھم اللہ وغیرہ بھی اہل حدیث اور پکے سچے اہل حدیث تھے اور انھوں نے اہل حدیث بننے کی دعوت بھی دی ہے۔

۱۴۔ہم اہل حدیث اس لئے بھی ہیں کہ ہم ائمہ مجتہدین کی طرح تقلید کی مذمت کرتے ہیں اور اتباع سنت کی دعوت دیتے ہیں۔

۱۵۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ ہم نے کبھی بھی کسی بھی دور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور امامت میں فرق نہیں کیا، ہم آج بھی انھیں اپنا امام مانتے ہیں۔

۱۶۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ حدیث رسول پڑھ لینے کے بعد ہم ''آمنا وصدقنا'' کہتے ہیں یہ نہیں کہتے

''يَجِبُ عَلينا تَقلِيدَ امامنا ابوحنيفة''

حدیث تو صحیح ہے لیکن ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے۔

۱۷۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ جب مقلدین نے خانہ ساز ائمہ کو ان کی وصیتوں کے خلاف کھڑا کر کے امت میں افتراق پیدا کیا، اور اسلام کی جگ ہنسائی ہونے لگی، اور مسلمان خود بھی باہم متصادم ہو گئے تو اس وقت بھی ہم حالات کی رو میں بہنے کے بجائے منہج صحابہ پر قائم رہے۔

۱۸۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ ہم صراط مستقیم پر گامزن ہیں ادھر اُدھر بنائی گئی پگڈنڈیوں کو بمطابق ارشاد نبوی وہ راستے تصور کرتے ہیں جن پر اچک لینے کے لئے

شیطان بیٹھا ہوا ہے۔

۱۹۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ ہم اجتہاد کے دروازے پر تالے نہیں ڈالتے ،اجتہاد ہر دور کی ایک ناگزیر ضرورت ہے جسے مقلدین نے بارہویں صدی میں دور تقلید محض یا جمود وزوال کہہ کر بند کر دیا تھا اسے ہم نے ہمیشہ کھلا رکھا ہے اور ہم اسے تقلید محض کا نہیں علم وتحقیق کا دور مانتے ہیں۔

۲۰۔ہم اہل حدیث اس لئے ہیں کہ ہم منہج صحابہ پر چل رہے ہیں اور چھٹی سے نویں صدی تک جو دین کا بٹوارہ ہوتا رہا خانہ کعبہ میں مصلے بچھے،فرقے بنے اس میں ہم بالکل شامل نہیں ہوئے کیونکہ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

یہ ہماری چند خصوصیات ہیں جس کی بناء پر ہم اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اور مسلمانان عالم کو اس کی دعوت بھی دیتے ہیں کیونکہ یہی منہج صحابہ ہے صراط مستقیم ہے سبیل الرسول ہے جادہ حق اور شاہراہ بہشت ہے۔

﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (الأنعام:۱۵۳)

اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اسی راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی ،اسی کا اللہ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گاری اختیار کرو۔

دوسرا اہم سوال اہل حدیث کب سے ہیں؟

پہلی اور بنیادی حدیث:

امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری میں حدیث نمبر ۳ کتاب بدء الوحی (وحی کے آغاز کا

بیان) کے تحت نقل کیا ہے جو کافی طویل ہے بیچ میں سے حدیث نقل کررہا ہوں

فَجاءه الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ الآيَاتِ إِلَى قَوْلِهِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ قَالَ لِخَدِيجَةَ أَيْ خَدِيجَةُ مَا لِي لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي فَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ۔"(صحیح بخاری ح ۳)

یہاں تک کہ ایک روز جبکہ آپ غار حرا میں تھے، (یکا یک) حق آپ کے پاس آگیا، فرشتے نے کہا ''پڑھو'' آپ نے فرمایا ''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں'' آپ کا فرمان ہے'' اس پر فرشتے نے مجھے پکڑ کر بھینچا یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو، میں نے کہا ''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں''۔ اس نے دوبارہ مجھے پکڑ کر دبوچا، یہاں تک میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو۔ میں نے پھر کہا ''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں''۔ اس نے تیسری مرتبہ مجھے پکڑ کر دبوچا پھر چھوڑ کر کہا ''پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھو! اور تمھارا رب تو نہایت کریم ہے پھر رسول اللہ ﷺ ان آیات

کو لے کر واپس آئے اور آپ کا دل (خوف سے) دھڑک رہا تھا، چنانچہ آپ (اپنی بیوی) حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنھا کے پاس تشریف لائے، اور فرمایا "مجھے چادر اوڑھا دو" مجھے چادر اوڑھا دو" انھوں نے آپ کو چادر اوڑھا دی یہاں تک کہ آپ سے خوف زدگی کی کیفیت دور ہوگئی پھر آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کو واقعے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا "مجھے اپنی جان کا ڈر ہے"

یہ ہے وہ بنیادی اور پہلی حدیث جس پر ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے، غار حرا میں قرآن کریم کی ابتدائی آیات کے نزول کی تصدیق ہم اس حدیث سے کرتے ہیں یعنی پہلے نبی ﷺ صادق و مصدوق کی حدیث کو تسلیم کرتے ہیں آپ نے جو واقعہ بیان کیا جو کیفیت بیان فرمائی ہم اس پر ہو بہو ایمان لاتے ہیں، پس ہم حدیث رسول کو تسلیم کر لینے کے بعد احسن الحدیث قرآن کریم کو اللہ کا کلام تسلیم کرتے ہیں اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو نہ مانے حدیث کا منکر ہو تو وہ کس بنیاد پر قرآن کریم کو اللہ کی کتاب تسلیم کرے گا اللہ تعالی نے کسی فرشتہ کو (نبی ﷺ) کے علاوہ عوام وخواص میں نہیں بھیجا ہے، کہ وہ قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کا اعلان کرے، نہ اللہ تعالی نے براہ راست کسی کے پاس آ کر یہ کہا ہے کہ یہ قرآن کریم میرا کلام ہے، گھوم پھر کر تھک ہار کر آخر انسان کو پہلے عظمت حدیث رسول ﷺ کو تسلیم کرنا ہوگا، اور جس وقت یہ حدیث آئی اس حدیث کے ماننے والے بھی اسی وقت پیدا ہوئے جنھیں اصطلاح میں "اہل الحدیث" کہا جاتا ہے۔

دنیا میں اہل حدیث کب پیدا ہوئے، ان کا وجود کس دور میں ہوا، یہ سوال تو اکثر لوگ کیا کرتے ہیں مگر حدیث کب وجود میں آئی، اور قرآن کریم کو بھی اللہ نے "حدیث اور احسن الحدیث" کہا اگر اس پر غور کریں تو سوال حل ہو جاتا ہے، اور برجستہ کہنا پڑتا ہے ۔

یہ پوچھتے ہو کہ اہل حدیث کب سے ہیں
حدیث جب سے ہے اہل حدیث تب سے ہیں

قرآن (احسن الحدیث) اور (کلام نبوی) حدیث دونوں کا وجود کا ایک ساتھ ہے ایک ہی واقعے سے دونوں کی اہمیت اجاگر ہوجاتی ہے اور دونوں لازم وملزوم ہیں اور قیامت تک دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہیں گے قرآن کریم کا منکر کافر اور گمراہ ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے اسی طرح حدیث کا منکر بھی گمراہ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

محدثین کے نزدیک حجیت کے لحاظ سے حدیث اور سنت مترادف ہیں یعنی ایک ہی چیز کے دونام ہیں لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کذاب ودجال حدیث وسنت میں فرق کرتا ہے اور امت کو گمراہ کرتا ہے وہ لکھتا ہے۔

یہ دھوکہ نہ لگے کہ سنت اور حدیث ایک ہی چیز ہے کیونکہ حدیث تو ڈیڑھ سو برس کے بعد جمع کی گئی مگر سنت کا قرآن شریف کے ساتھ وجود تھا (کشتی نوح ۸۲، دوسرا نسخہ ۵۶، تیسرا نسخہ ۶۳۔ روحانی خزائن ج۱۹/۶۱ بحوالہ توضیح الکلام ج ۲/۱۹)

قادیانی سے متاثر ہوکر کچھ اہل سنت دانشور علماء بھی اس کی لپیٹ میں آگئے، اور حدیث وسنت میں فرق کرنے لگے، جبکہ دونوں کی حجیت اور اصالت میں کوئی فرق نہیں ہے اور حدیث مذکور اس سلسلے میں شاہد عدل ہے کہ ابتدائی احادیث بھی الحمدللہ محفوظ ہیں۔

یہ پہلی اور بنیادی حدیث خوب واضح کرتی ہے کہ حدیث کے وجود کے ساتھ ساتھ اسے ماننے والے بھی پیدا ہوئے انھیں کو اہل حدیث کہا جاتا ہے، اس سلسلے میں کافی شہادتیں گزر چکی ہیں کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور ائمہ دین سب کے سب اہل حدیث تھے دور تقلید سے پہلے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت چلتی تھی سارے مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول اور امام مانتے تھے، اسی لئے وہ سارے کے سارے اہل حدیث تھے کیونکہ اہل حدیث کے امام نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

چوتھی صدی میں جب مسلمانوں میں فرقہ بندی قائم ہوئی اور رفتہ رفتہ تقلید مستحکم اور امت متفرق ہوگئی اس وقت بھی الحمدللہ اہل حدیث اپنی روش پر قائم رہے، نہ انھوں نے

بادشاہوں کی جی حضوری کی، نہ نبی ﷺ کی امامت سے دستبردار ہوئے بلکہ ''ما انا علیہ واصحابی'' کی سچی شاہراہ پر چلتے رہے، شاہان وقت کی طرف سے مشکلات آتی رہیں انھیں ستایا جاتا رہا شہر بدر اور جلاوطن کیا جاتا رہا درے لگائے جاتے رہے، قتل کے منصوبے بنائے جاتے رہے، ان سب کے باوجود وہ شاہراہ کتاب وسنت سے بالکل نہیں ہٹے، اور ہر دور میں وہ کتاب وسنت کو گلے سے لگائے بیٹھے رہے، دعوت وتبلیغ اصلاح وتربیت حتی المقدور کرتے رہے، چونکہ چوتھی صدی تک نہ تقلید تھی نہ نبی ﷺ کے علاوہ کوئی امام تھا اس لئے وہ سب کے سب نبی ﷺ کی امامت پر متفق تھے اور سب کے سب اہل حدیث تھے اس لئے ہم تین صدیوں کو چھوڑ کر چوتھی صدی سے ان علماء وائمہ کے نام پیش کر رہے ہیں جو یا تو اہل حدیث تھے یا انھوں نے اپنی کتابوں میں اہل حدیث کا ذکر خیر کیا ہے، اور اسے ہم سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے شکریے کے ساتھ قلمبند کر رہے ہیں جس سے اہل حدیث کی قدامت اور تسلسل کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

چوتھی صدی ہجری: چوتھی صدی میں بھی جماعت اہلحدیث کا دور دورہ تھا۔ **امام ابو احمد الحاکم المتوفی ۳۷۸ھ** جنہوں نے کتاب'' شعار اصحاب الحدیث'' تصنیف کر کے جماعت اہلحدیث کا تعارف کروایا اور ان کے عقائد اور مسائل ذکر کیے۔

امام ابو القاسم الطبرانی امام ابن حبان البُستی المتوفی ۳۵۴ھ، امام ابو الحسن الدارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ، امام ابو سلیمان الخطاب المتوفی ۳۸۸ھ امام زکریا الساجی المتوفی ۳۰۷ھ جن سے **امام ابو الحسن اشعری المتوفی ۳۲۰ھ** نے مذہب اہلحدیث کی تعلیم حاصل کی۔ ان کی کتاب'' الابانۃ'' مشہور ہے۔ دوسری کتاب ''مقالات الاسلامیین'' بھی ہے۔ جس میں اہلحدیث کا تعارف ان کے مسائل اور عقائد دلائل کے ساتھ ثابت کیے ہیں۔

امام المفسرین ابو جعفر ابن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ امام ابو اسحق دعلج بن احمد السجزی جو علم حدیث کی نشر واشاعت پر اپنا مال خرچ کرتے تھے، **مشہور امام محدث فقیہ ابن المنذر**

المتوفی ۳۱۸ھ امام ابوبکر بن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ خود کو محمدی المذہب کہلاتے تھے۔

امام ابوالولید حسان بن محمد المتوفی ۳۴۰ھ سارے خراسان میں مذہب اہلحدیث کے امام سمجھے جاتے تھے (مختصر نیشا پور) امام حافظ ابن عدی الجرجانی المتوفی ۳۷۵ھ، امام ابوبکر الاسماعیلی جو اہلحدیث کے عقائد بیان کرتے ہیں (تذکرہ)

امام ابوجعفر عقیلی المتوفی ۳۳۲ھ، امام ابن مندہ المتوفی ۳۰۱ھ، ابومزاحم الخاقانی المتوفی ۳۲۵ھ نے اہلحدیث کی شان میں ایک قصیدہ کہا ہے۔ایک شعر یہ ہے:۔

أَهْلُ الحَدِيثِ هُمُ النَّاجُون اِن عَمِلُوا

بِهِ اِذَا مَا اَتٰی عَن كُلِّ مُؤْتَمِن

یعنی اہلحدیث ہی نجات یافتہ جماعت ہے۔اگر وہ حدیث پر عامل رہے کیوں کہ یہ حدیث بذریعہ امانت داروں کے ہمارے پاس پہنچی ہے۔ان کے علاوہ اور بھی بہت لوگ ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ صدی بھی جماعت کی رونق تبلیغ دعوت اور تحریک سے معروف ومعمور رہی۔

پانچویں صدی ہجری: پانچویں صدی میں بے شمار اہلحدیث گزرے ہیں امام عبداللہ الحاکم المتوفی ۴۰۵ھ جو معرفۃ علوم الحدیث میں جماعت اہل حدیث کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔امام ابوعثمان الصابونی المتوفی ۴۴۹ھ جن کی کتاب عقیدہ السلف اصحاب الحدیث مشہور ہے۔جس میں اہلحدیث کا تعارف اور اس جماعت کی تحریک کا زور وشور بیان کیا ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن علی الصوری المتوفی ۴۴۱ھ جن کا اہلحدیث کی شان میں اور ان کی طرف سے مدافعت میں مشہور قصیدہ ہے۔امام حافظ ابونعیم الاصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ، امام ابوبکر الحمید ۴۸۸ھ، امام ابوالقاسم الالکائی المتوفی ۴۱۸ھ جن کی کتاب "کتاب السنۃ" اہلحدیث کے عقائد کے سلسلے میں مشہور ہے۔امام المغرب حافظ ابن عبدالبر المتوفی

۳۶۳ھ، امام ابوبکر خطیب بغدادی ۴۶۳ھ جن کی کتاب ''شرف اصحاب الحدیث'' کافی مشہور ہے، فخر اندلس ابومحمد ابن حزم ۴۵۶ھ، امام عبداللہ الحسین الحلیمی ۴۰۳ھ رئیس ماوراء النہر، امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی المتوفی ۴۸۶ھ جن کی تصنیف کی ہوئی کتاب '' الانتظار لاھل الحدیث'' ہے جس میں اہلحدیث پر اہل الرائے کے اعتراضات کی تردید ہے ۔موصوف فرماتے ہیں کہ:

''اہلحدیث ایک دوسرے سے عقائد اور دین سیکھتے ہیں یہاں تک یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچتا ہے۔ یہی طریقہ دین کے سمجھنے کا ہے اور اہلحدیث نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔(تاریخ اہلحدیث)

چھٹی صدی ہجری: چھٹی صدی میں ہر طرف جماعت کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔امام امیر ابن ماکولا المتوفی ۵۱۶ھ قاضی ابوبکر ابن العربی المتوفی ۵۴۳ھ، امام الحفاظ ابوطاہر سلفی المتوفی ۵۷۶ھ امام محدث قاضی عیاض الیحصبی المتوفی ۵۴۴ھ امام حافظ بن عساکر الدمشقی المتوفی ۵۷۱ھ، امام حافظ ابن شکوال المتوفی ۵۷۸ھ، تاج الاسلام امام حافظ ابوسعید السمعانی ۵۶۳ھ، حافظ ابن جوزی ۵۹۷ھ، امام ابوالقاسم السہیلی ۵۸۱ھ، امام محی السنۃ بغوی ۵۹۷ھ، سید شیخ عبد القادر جیلانی المتوفی ۵۶۱ھ جنہوں نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں تصریح کی ہے کہ فرقوں میں نجات یافتہ فرقہ صرف اہلحدیث ہے۔

ساتویں صدی ہجری: یہی حال ساتویں صدی کا ہے مثلاً مجد الدین ابن تیمیہ المتوفی ۶۲۲ھ، شیخ الاسلام کے دادا، حافظ عبدالعظیم المنذری المتوفی ۶۵۶ھ، شیخ جمال الدین ابن الصابونی المتوفی ۶۶۱ھ، امام ابومحمد ابن قدامہ المقدسی ۶۲۰ھ، امام محدث ابن الصلاح المتوفی ۶۴۲ھ، امام شرف الدین النووی ۶۷۶ھ، ابن خلکان ۶۸۱ھ، حافظ ابوبکر ابن نقطہ المتوفی ۶۲۹ھ، حافظ ابوعبداللہ ابن الدبیثی المتوفی ۶۳۹ھ، مورخ شہاب الدین یاقوت الرومی الحمری المتوفی ۶۶۲ھ، امام ابو السعادت مبارک ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ

وغیرہم

آٹھویں صدی ہجری: آٹھویں صدی میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۸ھ، حافظ ابو الحجاج المزی المتوفی ۷۴۲ھ، حافظ ابن دقیق العید المتوفی ۷۰۲ھ، حافظ صلاح الدین لعلائی المتوفی ۷۶۱ھ، امام شمس الدین الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ، حافظ ابن سید الناس الیعمری المتوفی ۷۳۴ھ، حافظ ابوالمحاسن الحسینی الدمشقی المتوفی ۷۶۵ھ، شیخ تقی الدین ابن عبدالہادی المتوفی ۷۴۴ھ، حافظ ابن صلاح الدین صفدی المتوفی ۷۶۴ھ، علامہ تاج الدین سبکی المتوفی ۷۷۱ھ، علامہ فخر الدین الزراوی الہندی المتوفی ۷۷۸ھ کا صاف کہنا ہے کہ آیت فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (النحل) میں مطلق سوال کا ذکر ہے اسلئے کسی خاص شخص کا مذہب اختیار کرنا بدعت ہے اسی طرح تقلید حدیث کے آگے رکاوٹ بنتی ہے۔ (نزہۃ الخواطر) وغیرہم۔

نویں صدی ہجری: نویں صدی میں امام الفضل عدامتی المتوفی ۸۰۶ھ، حافظ نورالدین الھیثمی المتوفی ۸۰۷ھ، علامہ مجد الدین الفیروز آبادی المتوفی ۸۲۷ھ، علامہ ابوالوفاء سبط ابن العجمی المتوفی ۸۴۱ھ، حافظ ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ، حافظ ولی الدین ابن العراقی المتوفی ۸۲۴ھ، حافظ تقی الدین ابن الفہد المتوفی ۸۷۱ھ، حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی المتوفی ۸۴۲ھ، حافظ شہاب الدین البوصیری المتوفی ۸۴۰ھ، حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، حافظ تقی الدین الفاسی المتوفی ۸۳۲ھ، حافظ بدر الدین العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ، وغیرہم۔

دسویں صدی ہجری: دسویں صدی میں سلطان محمود بن محمد الگجراتی المتوفی ۹۴۵ھ جن کے پاس اہل حدیث کا عام آنا جانا تھا۔ اس لئے اس علاقے میں حدیث کا رواج عام رہا حتی کہ اس علاقے کو یمن کے علاقے سے مشابہت دی جاتی تھی۔ (نزہۃ الخواطر)

حافظ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ، حافظ شمس الدین السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ، شیخ محمد

بن محمد المالکی المصری المتوفی ۹۲۹ھ، جو ملک المحدثین (محدثین کے بادشاہ) کے لقب سے معروف تھے۔(نزہۃ الخواطر) امام نجم الدین الغیطی المتوفی ۹۸۴ھ، ابوالبرکات ابن الکیال المتوفی ۹۳۹ھ، محمد بن داؤد السیمی المتوفی ۱۰۱۹ھ، جو فرماتے تھے: لیس لنا شیخٌ الا رسول اللہ ﷺ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی مرشد یا قائد یا رہنما نہیں ہے، شیخ علی المتقی المتوفی ۹۷۵ھ، علامہ محمد طاہر پٹنی المتوفی ۹۸۶ھ، وغیرہم

گیارھویں صدی ہجری: گیارھویں صدی میں نجم الدین ابن غزی المتوفی ۱۰۶۱ھ، تاج الدین ابن اسماعیل الگجراتی المتوفی ۱۰۰۷ھ جو مکمل صحاح ستہ کے حافظ تھے (نزہۃ الخواطر)

قاضی نصیر الدین البرہانوی المتوفی ۱۰۳۱ھ جو قیاس قول اور رائے پر حدیث کو ترجیح دیتے تھے۔(نزہۃ الخواطر) مورخ ابن العمادی المتوفی ۱۰۳۳ھ، علامہ علی القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ، علامہ محمد اکرم نصیر پوری وغیرہ بھی حدیث کو ترجیح دیتے تھے۔

بارھویں صدی میں: شیخ محمد فاخرالہ آبادی المتوفی ۱۱۶۴ھ جنہوں نے رفع الیدین کی شان میں منظوم رسالہ لکھا اور شان اہلحدیث پر بھی ایک منظوم رسالہ لکھا (نزہۃ الخواطر)

مخدوم محمد معین ٹھٹوی المتوفی ۱۱۷۴ھ، علامہ محمد السفارینی المتوفی ۱۱۸۸ھ، محدث امیر یمانی صنعانی المتوفی ۱۱۸۲ھ، امام الہند شاہ ولی اللہ المتوفی ۱۱۷۶ھ، علامہ ابوالحسن سندھی المتوفی ۱۱۳۶ھ جن کے صحاح ستہ اور مسند احمد پر حاشیے مشہور ہیں۔ علامہ محمد حیات سندھی المتوفی ۱۱۳۶ھ جن کا رسالہ "تحفہ الانام فی العمل بحدیث خیر الأنام ﷺ" ہے۔ جس میں تقلید کا رد کیا گیا ہے اور مسلک اہلحدیث ثابت کیا ہے۔(وغیرہم)

تیرھویں صدی ہجری: تیرھویں صدی میں امام محدث محمد بن علی الشوکانی الصنعانی المتوفی ۱۲۵۰ھ، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی المتوفی ۱۲۲۹ھ، امام مجاہد شاہ اسمٰعیل شہید المتوفی ۱۲۴۶ھ، علامہ خرم علی بلہوری المتوفی ۱۲۷۱ھ، علامہ محمد حامد سندھی المتوفی ۱۲۵۷ھ، امام الدعوۃ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی المتوفی ۱۲۰۶ھ جن کے نام سے

آج تک انگریز ڈرتے رہے ہیں ۔ان کے پوتے **علامہ عبد الرحمن بن حسن المتوفی ۱۲۸۵ھ، علامہ احمد طحطاوی حنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ، علامہ حیدر علی ٹونکی المتوفی ۱۲۷۳ھ** جنہوں نے رفع الیدین کے ثبوت میں ایک مستقل رسالہ لکھا ۔(نزہۃ الخواطر)

علامہ عبد العزیز پڑھیاروی ملتانی جن کی کتاب کوثر النبی ﷺ مشہور ہے ۔اس میں لکھتے ہیں وہ علماء جو انبیائے کرام کے وارث ہیں ۔وہ صرف اہلحدیث ہیں اور امام احمد سے ثابت کرتے ہیں کہ جس جماعت کے ہمیشہ حق پر ہونے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جو پیشین گوئی فرمائی وہ اہلحدیث ہیں وغیرہم ۔

چودھویں صدی ہجری: چودھویں صدی میں لاتعداد اللہ کے بندے گزرے ہیں ۔**شیخ الکل میاں سید نذیر حسین دہلوی المتوفی ۱۳۲۰ھ** جنہوں نے پچاس برس سے زیادہ ایک جگہ پر بیٹھ کر حدیث کا درس دیا ۔دنیا میں علم حدیث والے زیادہ تر ان کے شاگرد یا ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں ۔آپ کی کتاب معیار الحق مسلک کو ظاہر کرنے کیلئے کافی ہے ۔**نواب صدیق حسن خان المتوفی ۱۳۰۷ھ امجد ابو تراب رشد اللہ شاہ راشدی المتوفی ۱۳۴۰ھ** جن کے رسالے اہلحدیث مذہب کے تعارف کے لئے مشہور ہیں ۔**امام المفسرین الاستاذ ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری المتوفی ۱۳۶۷ھ** جن کی خدمات کو دنیا کے اہلحدیث ہمیشہ یاد کرتے رہتے ہیں ۔آپ کا ہفت روزہ اخبار اہلحدیث برسہا برس دنیا میں اپنے نام کے ساتھ چمکتا رہا ۔**نواب وحید الزمان المتوفی ۱۳۲۸ھ، محدث وقت علامہ حافظ عبد اللہ روپڑی المتوفی ۱۳۸۴ھ** جن کا اخبار تنظیم اہلحدیث دعوت دین دیتا رہا ۔**علامہ السیف القاطع محمد جوناگڑھی المتوفی ۱۳۶۰ھ** جن کے محمدی نام سے بے شمار رسالے مشہور ہیں اور کئی برس تک آپ کا اخبار محمدی کام کرتا رہا ۔**شیخ المشائخ محدث علامہ محمد بشیر سہسوانی المتوفی ۱۳۰۶ھ علامہ الزمان مولانا ابو القاسم سیف بناری المتوفی ۱۳۶۱ھ فخر المحدثین علامہ ابو العلی عبد الرحمن**

مبارکپوری المتوفی ۱۳۵۳ھ مناظر لاجواب شیخ عبدالعزیز رحیم آبادی المتوفی ۱۳۲۰ھ علامہ اہل اللہ شیخ سراج الدین مدھو پوری المتوفی ۱۳۸۰ھ شیخ علامہ خلیل ہراس المتوفی ۱۳۹۲ھ علامہ سید رشید رضا مصری المتوفی ۱۳۵۳ھ مناظر اسلام احمد دین گکھڑوی، علامہ ابوالمعالی محمود شکری آلوسی، علامہ ابوسعید شرف الدین الدھلوی المتوفی ۱۳۸۱ھ علامہ شیخ عبدالستار دہلوی المتوفی ۱۳۸۶ھ امام الہند ابو الکلام آزاد المتوفی ۱۳۷۷ھ علامہ بدیع الزمان لکھنوی المتوفی ۱۳۰۴ھ مولانا انور شاہ کشمیری المتوفی ۱۳۵۲ھ علامہ عبد الحی بن فخر الدین اور دوسرے بھی بہت سے عالم اسی صدی میں گزرے۔ مثلاً علامہ عبدالتواب ملتانی علامہ عبدالحق ملتانی علامہ عبدالحق بہاولپوری علامہ محمد اسمٰعیل سلفی علامہ محمد داؤد غزنوی علامہ خان مہدی زماں علامہ رشید احمد گنگوہی محدث علامہ محمد حسین بٹالوی قاضی محمد سلیمان منصوری علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی وغیرہم جن کا احصاء اور شمار ممکن نہیں۔

پندرھویں صدی ہجری: اسی طرح موجودہ پندرھویں صدی ہمارے سامنے ہے جن میں بعض تو وفات پا چکے ہیں۔ مثلاً حافظ فتح محمد جہلمی مہاجر مکی، حافظ محمد محدث گوندلوی، مولانا محمد عمر ڈیپلائی، شارح مشکوۃ سندھی، شیخ عبداللہ بن حمید نجدی، مولانا محمد صادق سیالکوٹی، علامہ احسان الٰہی ظہیر مولانا عبدالخالق قدوسی، مولانا حبیب الرحمن یزدانی وغیرہم۔ ان کے علاوہ جو زندہ ہیں اور کام کر رہے ہیں۔ وہ لاتعداد ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں جماعت اہلحدیث موجود ہے۔ الحمدللہ

پاکستان اور ہندوستان کے علاوہ سعودی عرب، مصر، شام، عراق، اردن، فلسطین، سوڈان، عرب امارات، یمن، کویت، الجزائر، تیونس، مراکش، انڈونیشیا، وغیرہ، عرب ممالک کے لاتعداد اہل حدیث ہم نے دیکھے ہیں، اور بہت علماء سے ہماری ملاقاتیں ہوئیں ہیں اس کے علاوہ گذشتہ سال دورۂ یورپ میں ہم نے برطانیہ، جرمنی، بیلجیم، ہالینڈ اور ڈنمارک میں بے شمار اہل حدیث دیکھے ہیں، وہاں فرانس، امریکہ، کناڈا، اور ترکی کے بہت سے اہل

حدیثوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔

اس طرح رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت تک میری امت میں ایک جماعت حق پر قائم رہے گی۔کسی کی بھی مخالفت یا دشمنی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔بحمد اللہ! یہ جماعت تا ابد الاباد زندہ اور متحرک رہے گی (ان شاءاللہ تعالیٰ)

سید بدیع الزماں شاہ راشدی رحمہ اللہ کی تحریر ختم ہوئی، پندرھویں صدی ہجری کے چند علماء کا نام انھوں نے ذکر کیا ہے، ہندوستان وپاکستان کے اجلہ علماء کرام کا نام جو پندرھویں صدی میں گزرے ہیں اگر تفصیل سے لکھا جائے تو اس کے لئے مستقل ایک تصنیف کی ضرورت ہے اللہ کا کرم ہے کہ اس علم وتحقیق سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں اہل حدیث ہر ملک میں، ہر شہر میں، ہر گاؤں اور قریہ میں، کہیں کم کہیں زیادہ موجود ہیں اور مختلف ناموں سے جانے جاتے ہیں کہیں اہل حدیث، تو کہیں محمدی، کہیں سلفی، کہیں انصار السنۃ، کہیں ندوۃ المجاھدین وغیرہ وغیرہ کے نام سے جانے جاتے ہیں سب کا منہج اور اصول ایک ہے اہل حدیث علماء کو آج کے دور میں کثرت کی بناء پر نہیں گنا جا سکتا یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ ہم ہر دور میں موجود رہے کبھی کم، کبھی زیادہ، کبھی حاکم، کبھی محکوم، لیکن ہمارے اصول میں کوئی فرق نہیں آیا، آج بھی ہم صراط مستقیم منہج صحابہ پر گامزن ہیں، اور ان شاءاللہ کل بھی رہیں گے۔

آخری گذارش

برادران اسلام: آپ غور فرمائیں کہ اللہ تعالی نے آپ کو بہت سی نعمتیں مہیا فرمائیں ہیں مختلف صلاحیتوں سے آپ کو نوازا ہے ان نعمتوں اور صلاحیتوں میں گرانقدر اور انمول نعمت دین اسلام ہے اسی طرح بیش بہا اور انمول صلاحیت دل ودماغ ہے جس سے آپ اچھے برے کی، خیر وشر کی تمیز کرتے ہیں ذرا سنجیدگی سے غور کریں تو پتہ چلے گا کہ دل ودماغ وہ انمول شئی ہے جسے اللہ تعالی نے آپ کو نوازا ہے آپ کو اس کا احسان مند ہونا چاہیے اور آپ کا سر اس کے آگے جھک جانا چاہیے کہ اللہ تعالی نے آپ کو عقل جیسی دولت سے نوازا، انسان بنایا، پھر ایمان کی دولت سے سرفراز کیا، اس کے احسانات کا سلسلہ بڑا دراز ہے کسی کے بس میں نہیں ہے کہ اس کے احسانات کو ایک ایک کرکے گنا سکے اس لئے عقلمند اور دانشور وہ ہے جو اللہ کو اپنا رب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا امام اور قائد تسلیم کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ "(مسلم مقدمة)

یعنی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو پھیلانے میں لگ جائے۔

اس میں ایک اصول دیا گیا ہے کہ آدمی جو بات سنے پہلے اس کی تحقیق اور تصدیق کرلے کیونکہ وہ بات جھوٹی بھی ہوسکتی ہے اور اگر بغیر تحقیق وتصدیق کے وہ اس بات کو پھیلانے لگے گا، تو اور وہ جھوٹ نکلی یا افواہ ثابت ہوئی تو اس کی جگ ہنسائی ہوگی اسے جھوٹا کہا جائے گا اور وہ شرمندہ ہوگا۔

قرآن کریم میں بھی اللہ تعالی نے مومنین کو تحقیق کرنے پر ابھارا ہے کیونکہ تحقیق سے حق واضح ہوتا ہے اور افواہوں کی قلعی کھلتی ہے

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ ﴾ (الحجرات:٦)

اے مسلمانو! اگر تمھیں کوئی فاسق خبر دے، تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پشیمانی اٹھاؤ۔

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو ایک اہم اصول دیا گیا ہے جس کی انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر نہایت اہمیت ہے، ہر فرد، ہر قوم، ہر جماعت اور حکومت کہ یہ ذمہ داری ہے کہ اس کے پاس جو بھی خبر یا اطلاع (افواہ) آئے بالخصوص فاسق اور مفسد قسم کے لوگوں کی طرف سے تو پہلے اس کی تحقیق کی جائے تاکہ غلط فہمی میں کسی کے خلاف کوئی غلط کاروائی نہ ہو۔

اس تناظر میں تمام کلمہ گو مسلم بھائیوں سے گذارش کرتا ہوں کہ مسلک اہل حدیث کے خلاف جو افواہیں پھیلائیں گئی ہیں یا پھیلائی جا رہی ہیں آپ ضرور ان کی تحقیق کریں ان شاء اللہ آپ پر حق ضرور واضح ہوگا۔ ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ

عبدالواحد انور یوسفی الاثری

۱۹/اپریل ۲۰۱۷ء

۲۲/شعبان ۱۴۳۸ھ